



U, 1233









الله لا اله الا هو

صحة اهل البيت في الكلام  
رج الكاظمين امام الطائفة ما يحاسب  
قادر على راني هو دامت برکات



بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله الذي جعل في كتابه  
اول الفقه والدين

منطبع في دار الفکر  
در بیضا کون



۱۱۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ستائش کرو عین خداوند کی  
وہ میرا خدا ہی خدا ہے جہاں  
ستائش ہے زیبا اوسی پاک کو  
جہاں سمجھے کیا اونکار تبا کوئی  
ستائش ہے شایان اسی ذات کے  
اگر وہ وہ مجرم کو خلد برین  
ستائش ہے زیبا اوسی فرد کو  
نہ ہو اوس سے مایوس ہر شے خاک  
ازل سے ابد تک اسی کا ہے راج  
بہت سخت ہے اور قائم ہے وہ  
وہ زندہ ہے مالک ملاقا پسند  
جو سب سے گرا وہ اٹھ تاربا  
عین اپنے خدا کی ستائش کروں  
وہ شوکت ہے میری ہی شان ہے

گرہ کہو نہا ہے جو ہر بند کی  
وفا کیش و نفرت وہ ہاتا  
محمد کیا جس نے اس خاک کو  
ہوا کوئی ایسا نہ ہو گا کوئی  
بنادے جو کعبہ خاں اس کے  
کوئی روکنے والا ہرگز نہیں  
کرے عین دربان جو ہر پردہ کو  
کہہ دے یہ قادر ہے وہ واحد  
اُسی کی عنایت ہے شاہوں کا راج  
ہمارے لئے یہ عالم ہے وہ  
کیا اسے سچوں کا رتبہ پسند  
جو نہ کرش تھے اونکو گوارا  
اُسی کا میں ذکر نوازش کروں  
میری آن ہے وہ میری جان ہے

میں فریاد کرنا ہوں کتنا ہے وہ  
 وہ معبود برحق ہے قدوس ہے  
 خداوند عالم خداے غفور  
 کسی کا دامن جھوٹ چلتا نہیں  
 اگر میں ہوں غافل وہ عارف ہے  
 میں چونکہ خود نظر پھری  
 وہ خاصون کو دیتا ہے اپنے اوست  
 ستائش کرو عین اسی پاک کی  
 کہانک بڑھیکے مخالف مرے  
 جو بڑھتے ہیں بجا گستاخ ہے وہ  
 ستائش کریں ہم خدا کی بہت  
 ہمارا خدا قادر ہے میناز  
 جزا دے گئی ہے جو اعمال کی  
 مرا شکا ہے وہ میری پناہ  
 وہ بازو ہے میرا رازو ہے  
 وہ حاکم ہے میرا وہ میرا گواہ  
 غنائے جی بگام لیتا ہے وہ  
 وہ دل ہے مرا دعا ہے مرا  
 وہ میری دعا ہے وہی ہر کلام  
 و فور گنہ سے گرا بنا رہوں  
 بدی کی مری انتہا ہی نہیں  
 خدا کے سوا اور دوسرے کون  
 وہ راضی رہے ہم مطمئن

کہ چونکہ جو کون چنتا ہے وہ  
 بیت اپنے بندوں کا دوس ہے  
 ہے سفور سے انکی تحت غفور  
 بناوٹ سے مطلب نکلتا نہیں  
 محافظ میرا نگہبان ہے  
 وہ میرا خدا ہے سر ہے مری  
 نہیں ہم یہ کوئی بلا ہے سبب  
 جو میٹھا ہے کرسی پہ فلک کی  
 خدا اصدق دل ہے ہر وقت  
 جو بستے ہیں اٹھو مٹانا ہے وہ  
 کہ حاجت نہیں ہے دعا کی بہت  
 اسی کو دیا گوشت اور ناز  
 خبر لے غنائے سے بد حال کی  
 مری تیغ جو وہ وہ میری پناہ  
 وہ میرا خبر ہے مرا شو ہے  
 وہ مولا ہے میرا وہ میرا کہ  
 ہمیں جس اوراک دیتا ہے وہ  
 وہ میرا خدا ہے خدا ہے مرا  
 اسی پر توکل ہے میرا دام  
 میں اپنے خدا کا گنہگار ہوں  
 کوئی کام اچھا کیا ہی نہیں  
 اگر تجھے سے وہ تو مانع ہے کون  
 ہمارا وہ حامی رہے راندن

کہ دُون جانِ تازہ میں سلا کو  
 نظامِ دکن سے بھی راضی رہے  
 جو مالکینِ مین و عنایت کر رہے

یہ روشن کرے نام کو کا کو  
 نہ ذکر و علم خبرم ماضی رہے  
 سوختہ غیر بکھو بادیت کو رہے

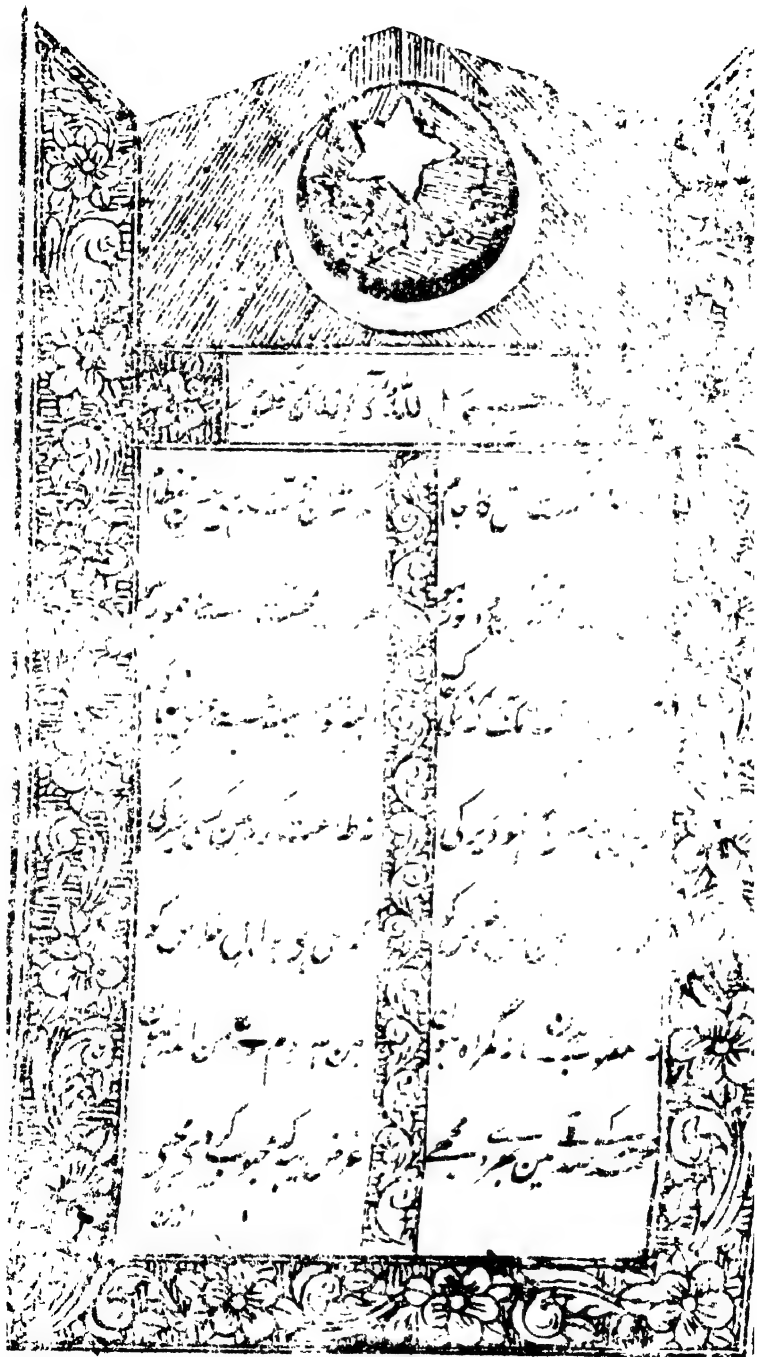
جسن سالگرہ امیرِ اسلام بنگالِ عالی حضورِ نظامِ اخلدِ قد ملکِ وہ

بنا ساغرِ دل کو عین الفتوح  
 کہ پیدا ہو پر مین جوشِ تباہ  
 اوہر بھی کوئی جامِ مستور بھی خیر  
 سمجھتا نہیں کیا تو محرمِ سبھے  
 طبیعتِ گمراہِ ابالی نہیں  
 مین بدست ہوتا نہیں زینہار  
 مگر نشہ مین بڑھاتا نہیں  
 ترا حوصلہ دیکھتا ہے مجھے  
 ذما تم پہ میری نکر تو نگاہ  
 دعا گوئی اقبالِ محبوبِ سون  
 کہ اسینِ حقیقت ہے اسلام کی  
 کہ ہر فطرتِ افتدِ جبرِ گواہ  
 طبیعتِ ہر مہرج کے حق پسند  
 شبِ دروزا اسلام کا یا سان  
 دعا گو مین سب ایک ہی یا د مین  
 وہ اس خوانِ لعنت کر رہا نہیں  
 ہزار دن اسی در مین بہرِ در  
 ہا لسی کہین جیسے خباری نہیں

کہاں تو اے ساقیِ راجِ روح  
 چمکتا ہوا کہ وہ جامِ شراب  
 ہوں گو تازہ دار و دہن کوئی خیر  
 چکا تا نہیں کیوں تو بہم بخت  
 کوئی بات سستی سے خالی نہیں  
 ازل سے ہر گو بادہ نوشِ شمار  
 کبھی خم سے کم مین چڑھتا نہیں  
 مری ظرافت کے تاخیر و سنجہ  
 پلا جامِ افسادِ صبی است تباہ  
 مین گو سب سے بدتر ہوں خوب  
 شبِ درو زدنِ ہر اسی کام کی  
 غلو سے مستور لکھوں مدحِ شاہ  
 نہ رک ابھو ای ساقی ارجمند  
 یہ شاہِ دکن بددِ بند و ستان  
 مرم مین مدینے مین اجداد مین  
 کہین ہزارے مین اربابِ مین  
 شاخِ فقیرِ اہلِ مسلم ہو ہنر  
 سلاطین کو اس سے عاری نہیں

نجیب سے تہ نیکون شیر دل  
 خداوند عالم کا یہ حق شناس  
 خودی یا الحاطین و توہین  
 بزرگان دین سے سارو بار  
 کریم و دامن در بخش خیال  
 نظریہ سبط اسکی ہر ازین  
 لکھو کیا کوئی آپکا وصف تام  
 یہ حق مبارک یہ بزم سرور  
 یہ فضل بعشرت کاسب کار و بار  
 برس تیسواں ہی جو شامل ہو  
 زیادہ یونہی غم محبوب ہو  
 گئے اس طرح قادر و الجلال  
 لیکن کچھ میں نصرت نہیں سفار  
 الہی یہ محبوب عالی مقام  
 عطا کردہ فادائے سرور وزیر  
 ہر اک چشم بستے چانا سے  
 مشیر اسکے دل سے ہی خواہ  
 الہی اسے حسن نہیں دے  
 ہر اک غم میں اپنے ہو کایا  
 مدام اس سیدنا باری کے  
 لے صدق ہو بکروشان عمر  
 لے علم عثمان و زور علم  
 غرض ہر عمل اسکا محبوب ہو

سخاوت میں خاتم صفت میل  
 شب و روز سرگرم حمد و سپاس  
 لیکاندر سپہ نشا یونہی  
 ادب سکی طیف میں نہیں بیا  
 جمیل و خردمند و صاحب جلال  
 غرض فروہے انرا اندازین  
 کہ محبوب خالق سے بخشا ہر نام  
 برساتے اسلام کا یہ نور  
 ہر اوٹیشون سال کا یا و کار  
 یہ مطلب کہ یہ ماہ کامل ہوا  
 کہ ہر سال اگر روز محبوب ہو  
 برس میں تیرا بہتہ کا ایک سال  
 دعا پر کروں غفہ کو منقہ  
 بہت پیور شیع خیر الانام  
 نہو دام اہل غرض میں اسے  
 کچھ اکبرہ میں دی زمانا سے  
 رنق اسکے سارے حق آگاہ بن  
 جو محبوب ہو کجگو وہ چیز  
 رہیں اسکے فتح و ظفر ہر کاب  
 خلائق میں فیض اسکا جاری  
 لے عیش جاوید و عمر خضر  
 لے گنج اقبال و عشق نئی  
 مر شاہ عالم کا محبوب ہو



بلا ساقیا بادہ بے خوف یم  
 اسی سے کو تو راں ٹھہرنا  
 برہا ظرف کردی مجھے منیظ  
 شفق میں سر بام میں کہن  
 سیردن کو جانے لے دو پور  
 سنہری ہو میں جھوض کی چرین  
 اٹھتے ہیں ان کو صحن پذیرین  
 افق کی طرف غورست بار بار  
 چڑھتے مضیوں پر ابل صوم  
 مبارک ہو اے غالبان سال  
 یہ شکار ہوے شاد پر دوان  
 میر نہو جاسلو ہر دہر میں  
 سلامی کی آواز آنے لگی  
 بہ افطار کی ہر طرف ہوم دہم



بہ نوکی خالص بہت بزرگ  
 دکانوں پہ وہ لمبہ جلنے لگا  
 میرہ نوکی کشتی پہ بند کر سوار  
 فیشہ سے فارغ ہو پیا کبار  
 مسابریہ سر کو چلے خاص عام  
 وہ بھونپنے میں پر غار و کنار  
 قدر حیثیت اہل دول  
 تاج و سرب زہر حشر نشان  
 یہ اتنے میں سہو ہوئی یہ پکار  
 حضور شہنشاہ مہر  
 دامن میر فطرت کا ہی بندوبست  
 کر لگا سویرے سے دربار عام  
 خوشی کا پڑا شہر میں غلغلہ  
 کہ جہاں دیار محبت ہے نام  
 کہ جہاں سے سدا اہل فانی

بجھائے رہا سرخ طلسم دلکب  
 ستارے بھی ہوا ان نکلنے لگے  
 اترنے لگی شام قلعہ زم کے پا  
 اٹھانے لگا جرج بھی جا غار  
 میرہ نو نے جھک کر کہا وہ سلام  
 وہ کھاپی کے فارغ ہوئے روز  
 سجانے لگے اپنے اپنے محل  
 کہنا کعبہ حشر رشک جہان  
 رہو اپنے سامان سے ہوشیار  
 حضور شہنشاہ مہر  
 دامن میر فطرت کا ہی بندوبست  
 کر لگا سویرے سے دربار عام  
 خوشی کا پڑا شہر میں غلغلہ  
 کہ جہاں دیار محبت ہے نام  
 کہ جہاں سے سدا اہل فانی

مقام طب قلعہ و شہر بھی  
عجب ہے۔ زمین رشک باغ ارم  
اسی ملک خوبی کا یکتا میر  
وہ مجھ پہلِ جمال و جمال  
وہ سرگردا اہل صدق و یقین  
وہ مروجِ اربا فضیل و کمال  
تعبش کی مشق او سکو بر صبح و شام  
جہان مل گیا کوئی عاشقِ مزاج  
اسی کی تو اضع اسی سے کلام  
وہ اقبال و دولت کار و شہنشاہ  
وہ عالی گھر مالکِ تخت و تاج  
وہ دامن کو باب الفرج کو قریب  
اُسے راہِ ریت میں اہل صلاح  
یہاں سے روانہ ہواں کھیلے پھر  
یہ سنکر نہ احرار بن بنظیر

وہاں کا ہر دارالخلافہ و ہی  
کہ کھائی سب زبانی کی قسم  
کہ سب شش باہری میں غافل  
وہ مطلوب اہل کمال و جمال  
وہ سرمایہ فخر اصحابِ حرم  
ہر اک علم و فن میں علم المثال  
شبِ روزِ غم و محبت کا کام  
تو سمجھا اُسے فرحِ محبت کا تاج  
اسی کی ملاقات و خدمت مدام  
جسے ہم مہرِ رنج و غم سے فراغ  
یہاں سیر کرنے کو آیا تاج  
فردا کش ہے وہ خسرو خوش نصیب  
کہ امید اگلی ہے۔ اسی میں نفع  
سحر ہوئے ہی تا پہنچ جا میں گھر  
کہ دیکھن گے ہم بزمِ محشر منیر

خدا جانے کیا اس میں اسرار ہے کہ پھلے دو گلے سودر بار ہے

### حضور

پلاست کہ صدقت فی کلّ حین  
چھوڑے کہ بیشک ہر تواری و جہ  
نہیں سستی عشق بارے حسین  
ابہ ہو گئی بوشب انتظار  
ہو مہر نکلے عجب لہانے لگے  
قریب آگئی صبح روشن نفس  
وہ ٹھنڈی ہوا اور تار و پکی چھان  
وہ شہنا میں سوہنی کی دہن نفس  
کچے کس نعر دل نہ ہر تان پر  
شیریلی صدا ہوش کہو فرنگی  
بھری آہوئے شب نے بھی چڑی  
عیان ہو گیا فرق مجھ و سراب  
وہ بوٹوں میں کلیان چھپ کر لکین

آلم۔ انت نور مبین  
کتائب قدیم ولا ریب فیہ  
حلمت ظلو ما وانی امین  
تجلی حمت ہوئی آشکار  
چراغ سحر ٹھانے لگے  
ہٹے خوابگا ہوں اہل ہوس  
نزدول صفا کا وہ پیارا سامان  
شعاعوں سے وہ شادیا نیکی زیب  
کہ لے کر رہی ہر اثر جہن پر  
ستاروں کو دشت سی ہو لگی  
ہرن ہو گیا نشہ خواب بھی  
روانی دکھانے لگی موج آب  
دو شاخوں پہ چڑیاں چمکے لکین

وہ شبنم نے چھڑ کا چمن پر گلاب  
 نسیم سحر گل کھلائے لگی  
 حسین بابتہ منہمک دہونے لگے  
 چلے ہندو اشنان کو سو گنگ  
 وہ پو پیتلکے والے پڑے لگی  
 پڑی تھے بد پرمردہ طفل نبات  
 ضیا آسمان اترنے لگی  
 اٹھا ہر طرف شور مرغ حسر  
 وہ اللہ اکبر کی آئی صدا  
 وہ سب اول وقت پڑھ کر نماز  
 وہ مینا پھاری وہ کا کا تو  
 عناول گلستان میں گانے لگے  
 ہوئی آسمان پر وہ سرخی نمود  
 شمعین دکھانے لگیں وہ جھلک  
 شفق میں بستی کرنِ صوفیان

زربجائے تاکوئی سرگرم خواب  
 فضا چمن رنگ مانے لگی  
 معانی کے سامان ہونے لگے  
 وہ چنے کلیسا میں اہل رنگ  
 صدا مبدم اور بڑھنے لگی  
 بیوا شیریں او کو آپ حیات  
 نظم و در تک کام کرنے لگی  
 پڑی چو نقبہ صبح پر  
 نہاد ہو کے سب چلے پار  
 ہوئے محور تیل با سوز و سار  
 ہوئے آگے شاخون پہ نغمہ سرا  
 طیور حر دل بھانے لگے  
 بنا کاں شجرِ سپرِ کبود  
 ہوئی زعفرانی بساطِ فلک  
 گلے ل رہی ہے بہارِ دھان

وہ زردی دُری اور گہری ہوتی  
 مٹلا ہوا گنبد بے شہر  
 جھپکنے لگی چشمہ برناؤ سپ  
 سوئے بزم شاہنشہ وادگر  
 واکر کے رسمہ کورج و تاج  
 ہوا حرف زن شاہ نسخ لقا  
 سنا رنگو وہ ماجرا عجیب  
 اٹھا مکلم پاتے ہی وہ نیک نام  
 الا ایثا القوم یہ شاہ دین  
 ہوا ہے خدا جا سنے کیا تجرا  
 جو عاشق ہوں جن دکھ لاسکے  
 کسی کو بھی دیکھا نہ جب سے ریا  
 مگر خود نمائی نے یہ عرصہ کیا  
 جو آئینہ ہو خواہ صورت بنے  
 گرے ریا ہو وہ مردِ غیور

پھاڑو بھی چوٹی سنھری ہوئی  
 برسے لگا ہر طرف آب زر  
 وہ چمکا نہ تخت مہر منیر  
 روانہ ہوئے لوگ بارگزر  
 چڑھا سہیلے اوس شاہ دین پرور  
 کہ اسے سدرہ لوہا فی القضا  
 کہ تا آزمانین یہ اپنا نصیب  
 مخاطب ہوا سوہر خاں عام  
 بہت دن رہتا ہے غزل گزن  
 سمجھتا سہل گل دہر کو بیون  
 وہ بندہ میں تھا کسی بائیس  
 تو اپنا جمال آپ دیکھا کیا  
 ضروری ہے صورت کو آئینہ بھی  
 تماشہ گہر حسن صنعت بنے  
 صفحا چاہئے اسے کو فرو

طبیعت میں محبوبیت کی جو  
 اُسے کھینچیں گواکھ اہل نیاز  
 غرض ہونہ اور سکون بد و نیک  
 اسی واسطے کر کے اتنا سفر  
 نہ رہ جائے تا نذر کچھ در میان  
 وہ رکھا ہے جو بارہمہ ...  
 یہ ہے حکم جا کر اس واسطے  
 تحمل جسے ہو گا اس سن رکھا  
 غرض باری باری ہے اک پہلو  
 تنکے زور کر کے وہ سب نامہ  
 جو ان پہلو انون کا دیکھایا  
 بلا کر یہ امتثال سے پہر کیا  
 کہ حکم ازل ہے یہ کس کے  
 یہ کی عرض اسنے کہ عالم میں آپ  
 جو اس وقت چاہا کیا ہے ریا

کہ تاشکل اسے نظر ہو ہو  
 گزرو نہ چھوڑے رہ و رسم نماز  
 ملے دو نون عالم میں وہ ایک  
 بہ شاہد اکشہ میں جلوہ گر  
 نکالی ہے یہ عورت و تہا  
 یہ رسم ہے اہل مانت جگہ  
 اسے سیاسی سے دور رکھا  
 اسے غریبی سے دور رکھا  
 اٹھانے لگا جائے بار بار  
 نہ اٹھائیں سے گزریہ ہمار  
 ہوا شاہ دین کو نہایت ملال  
 ابھی جا کے دفتر میں تو دیکھا  
 کہ حق نے یہ جو ہر اس دن  
 وہ عالم میں محکوم حاکم میں آپ  
 جواب چاہئے کیجے بر ملا

<p>             ہے جملہ بد و نیک پر خستیار              بفرمودہ شاہ عالی مقام              دیار محبت میں ہے اک جوان              سراپہ وفا عاشق بنیطیر              مقام طرب کا ہے وہ بادشاہ              سنا ہے کہ وہ خستہ خوش حال              ہو گیا کہ کوئی اجڑا              نہ تھا کہ یہاں شہباز و نہ              پہنچ کر رنگ بھرا چین              تیری دید کا تیرا شتاق ہے              زب تیری قسمت جو امی بنیطیر              نہ لکھا تھا وہ بجا شباب              لکرا لے دیا دین باز بین              کہا متفق ہو کے سب حضور              دیا حکم شہ نے کہ جب وا بھی           </p>	<p>             کہ ہیں آپ شانِ خداوندگار              ابھی دیکھ کر آ رہے غلام              ضیا بخش چشم و دل مقبلان              ازل سے محبت کا تیری اسیر              اتھا گیا اسکو وہی رشک ماہ              سو کہ کچھ خیر آیا ہے کل              اس دم پر وہ سر بہرہ نشین              ہوا گم رو مثل برق نظر              کہا خوش ہوا بنیطیر زن              جو ہرات میں فخر آفاق ہے              تو ہواستان بوس مہر منیر              یہ چاہا کہ سانھی بھی ہون کرب              ہر اک کام میں جیلہ پرواز بین              مقام طرب کو ہے جانا فردا              مرے سامنے اب نہ آؤ ابھی           </p>
--	--

مگر اس میں ہیں چند ہزار خالص  
انہیں کی طرف کر کے آخر طاعت

درست نہ رفت وہ خالص  
ہو احرف زن یوں بنو آب

## بیکسی

اری بیکسی تو کھمان جانگی  
تری ہر ادا محجب کو مرغوب ہے  
نثارِ غم و حسرت یار ہوں  
نہ ساعد سے غم نہ مورنگ  
نہ چوڑی کی سی دم نہ رکی  
ہوں آئے اچھو تو زبان ہوں  
نہ وال سے بھلا تو مری چاہ کو  
حضورِ مین او سکر جو دم لو گائے  
مری آبرو تو مری جان ہے  
نہ آتا تھا جو وہ سکھایا مجھے  
دلانی سوئے صبرِ غبت مجھے  
نہ سر کی کوئی لخط تو پاس ہے

مجھے چھوڑ کر سخت پچاس کی  
کہ تو با مشق وصل محبوب ہے  
انہیں باتوں کا میں خرید ہوں  
تو چوڑی کی لکڑی ہو لکڑی  
نہ شہ زبانی ہوں  
قدیم کے تھا لئے میں نہ رہا  
اری منہ دکھانا ہے اللہ کو  
کجی کو وہاں نہ رہیں دنگا میں  
مرا فخر ہے تو مری شان ہے  
سبق عاجزی کا پڑایا مجھے  
کیا ناز بردارِ حسرت سب مجھے  
ملایا گلے غبت و یاس ہے



<p>مجھے چھوڑ کر جا نیکی اب کہاں ملاو دن ابھی تجھ کو اللہ سے</p>	<p>رہی آج تک مجھ پہ تو مہربان مرا ساتھ دے جاوسی چاہے</p>
<p>درد دل</p>	
<p>ذرا اور بھلو سے ہو متصل بتا تو یہ اونٹن چلا کس طرف بڑی خستین کین ہیں تیری مرے ساتھ چل تو بھی دربار میں</p>	<p>یہ کیسی کمی دیکھ اور درد دل کبھی اس طرف تھا کبھی اس طرف مرے دل پہ یہ نقش ثبت تھی کروں گا تجھے پیش سرکار میں</p>
<p>سوزِ بھان</p>	
<p>یہ کیا سر و نہری ہر کسے تو بھلا تجھے دل میں رکھا ہر جان کٹھن دل زار کو تو بھلا اور آج</p>	<p>ذرا اور سوزِ بھان دل بھلا نگہالی یہ تو نے کہاں کی طرح نہ چھوڑ دن گا تجھ کو کسی طواری</p>
<p>مضیبت</p>	
<p>رہی مدد توں تو مری ہمسفر ذری دیر کو دم چراتی ہے تو ذری چل کہیں تک مرے ساتھ آج</p>	<p>مضیبت ذری دیر تو صبر کر جو منزل پہ آیا تو جاتی ہے تو گمربان ہے تیرا مرے ساتھ آج</p>

بناؤنگا تجھ کو میں اپنا لباس      ہے جاتا مجھے ایک سلطان کیسے پاں

## غم تجر

یہ سب درکنار ای غمِ تجر آ      کہ تو ان معاصی کی ہے پیشوا  
تو مجھ کو گرامی تر از جان رہا      کہ تیرے ہی دم یہ سامان رہا

## سامان

ہزاروں سے نالہ علمدار آہ      افغان کو کس زانو زنگر آہ

## سیاس

دل و جان ہے اس کے ہزاروں پیار      کہ جس نے کروم کی ہے سیاسی  
ویا اور جو دے سب احسان ہے      کہ میں اس کا بندہ ہوں سیاسی  
وہ ہر کون غم جس میں لٹے نہیں      میں خوش ہوں ہی میں لٹے نہیں  
لہ الحمد اسی سازِ سامان سے      کسی در پہ جاتا ہوں میں شام سے  
نظر آئی اک بزمِ آراستہ      برنگِ آراستہ و سامانِ نوخاستہ  
اور بے دسک اور بانِ محافظِ جلال      آئے جس سے کہتا کہ مرغِ خیال  
وہ ان فطرۃ اللہ صد کبیر      نگاہ کر ہم عدل و قسط و زیر  
وہ ان کترین چاکر اقبال و جاہ      ہر اک امر کا منتظم غمِ شاہ

بعد عز و تکلیف مہرِ تختِ ناز  
 پس از حمد و تسبیح و تقدیر و شکر  
 گرا خاک پر عجب سے منطیر  
 بہ آہستگی حسنِ انداز سے  
 تنگا کر ملا عطیہ قدسِ اکیلا  
 تنگ کیا بہت عقل کا لٹخا  
 اگایا گلے مہرِ پیار سے  
 کہا اے پیارے دلِ بہن  
 ہو اگر مئی راو سے کہا یہ حال  
 وہ بولا کہ شاید ہی یہ سب  
 نہ ہو سکتا ہے اس پر عالی وقار  
 قسم دیکے پوچھا وہ بہتر  
 مجھے جس سے اس لاگ کا خیال  
 اسی سے خیالی محبت رہی  
 اگر دل سے کہتا تھا میں بار بار

وہ میٹھا ہے شاہنشاہِ بے نیاز  
 ہوا بادہ شوق سے غرقِ سکر  
 اٹھا خود اٹھائے کہ مہرِ پیار  
 بٹھایا او سے گود میں ناز سے  
 کہہ سکتے سے فارغ ہو وہ گلزار  
 نہ تدبیر کا کچھ اثر جب ہوا  
 غشی سے گرا کر گری لگا رہا  
 یہ سب یہ غیبی ہو جانِ عزیز  
 ہوئی خد، بخود جو طبیعت ہل  
 یہ بتلائے کیوں کیا یہ طلب  
 کہ شاید بہین متابل اعتبار  
 تو کہنے لگا وہ سراپا نیاز  
 میں دیکھا کیا خواب میں یہ حال  
 زمانے کی صورت سے نفرت ہی  
 تو اس شکلِ وہمی پہ کیوں ہر شمار

مقصور ہے یہ کوئی صورت نہیں  
 پسند آگئی ہے جو شکل ایک بار  
 تھکین خوب سمجھ کے عقل و تہنیر  
 یہ درپردہ اپنا اثر کر گیا  
 زبان پر فغان تھی نہ فریاد تھی  
 عجب و سلی قدرت عجب کی شان  
 نہ کیوں لوٹ جاؤں نا بصور  
 مقدر نے یہ دن دکھایا مجھے  
 میں بخود تجالائے مجھ پر ہون  
 کروں کس زبان سے ادا کیاں  
 میں ناچیز ہوں ایک دنے بشر  
 بہر حال اسے شاہ گردن فرما  
 کہ جو کچھ کہیں گے کرا دیں گے آپ  
 کہا ہے میں نے ایک بار گران  
 یہ سنکر اٹھا چوم کر دستِ شا

نہ تبارک سے نہ ہی کبھی کہیں  
 وہی رہتی ہے وہ اہمہ سے دو چار  
 مگر عشق صادق ہے کچھ اور چہرہ  
 مئے شوق سے جامِ دل پھر گیا  
 مگر آرزو تھی کہ جلا دیتی  
 کہ ہوں آج اسی شکل کا میہان  
 کہ اک دہم کا ہو یہ کام ظہور  
 کہ تیج آپ نے خود بلایا مجھ پر  
 جگہ دی مجھ پر اپنی آغوش میں  
 کہ بند ہے یہ یہ رحمتِ بیقیاس  
 مگر تکیہ حضرت کے افضال پر  
 جو کہے گردن اب بصدق مینا  
 مجھے اسکے قابل بنا لینگے آپ  
 وہ رکھا ہے جا کر اٹھا لیمان  
 ہوئی دست بوسی ظفر پر گواہ

پنچا قریب اپنے سکے وہ کامرا  
 کہا یا الہی قوتی القدر  
 خدایا تری ماہیت تو ہر کیا  
 کریم اور ہر منت میرا رفیق  
 میں کیا مانا کون دیتا ہر تو ہر طلب  
 بچھے مانگوں تو یہ نہیں منہ مرا  
 اِذَا دَاعَ وَاعِیْ فَانْتَ الْقَرِیْبُ  
 ہو کچھ کام کیا مجھے ناکام ہے  
 مری تاب کیا جو اٹھاؤں یہ  
 تو چاہے تو کل جزو ہو جزو کل  
 غرض میں نے اب خود کو سونپا تجھ  
 محمدؐ کا سہم کو دیا دستگیر  
 یہ کہہ کر اٹھا یا وہ بابر گران  
 سرِ دوش رکھ کر اپنے پیٹھ پر  
 اُسے کھول کر شاہِ گردنِ تم

مخاطب ہوا سوئے رب جہاں  
 تو ان بخش ہرنا تو ان خفیر  
 نہ جانا کسی نے بھی تیرے سوا  
 تو مجھے زیادہ ہر مجھ پر شفیع  
 نہ مانگوں جو کچھ تو ہے ترکِ ادب  
 نہ طاقت کہ ہو کر رہوں میں ترا  
 وَمَنْ جَاءَ بِالْقِیْدِ اِنَّكَ مُجِیْبُ  
 یہ امید ہر تیرے اکرام سے  
 مگر تو ہے قادرِ حسنہ اور نیکار  
 اسے لچلون ماتہ پر شکل گل  
 تو جانے ترا کام کیا غم مجھے  
 وَاِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ  
 ہوا غل کہ اُٹھت اسی نوجوان  
 ہوا جا کے پاؤں میں میرے  
 یہ بولا کہ دیکھہ سین ہی کیا رقم

اُسی عہد نامہ کا تو ہے امین  
 لکھا تھا کہ اے عاشق رو یار  
 محبت نہ رکھ کسی غیر کی  
 خوشی سے ہر یہ شرط مجھ کو قبول  
 تھی اس پار میں بس امانت ہو  
 مبارک ہو یہ دولت لازوال

نوشہ ہر امین جو آنا زمین  
 پڑھا لیکے اوسکو بعد فقار  
 اٹھائے یہ یار گران جو کوئی  
 کہا اُسے اس میں بنیں کچھ پیچوں  
 کیا مہر ہے اسے جو ان جوی  
 ابد تک تجھے اے سہرا مکمل

### غید گاہ

وہ نے دیکھ نہ غم کا ہر پہلو ہوش  
 کہ خالی ہوتا شیشہ ننگ نام  
 ترے سے مست کا دور جاری رہا  
 کڑی دہوپ تیری دکھا فی لگی  
 اقامت کی ٹھہری غرض ہر طرف  
 مسہرام وہ چرخہ کیا آفتاب  
 ہوا ماحول اور کچھ کوشش  
 فراہم ہوے عید گہ میں نام

کہاں ہے تو اے ساتھی میغوش  
 مے وصلِ جانان دے بھر کے جاں  
 زمانے میں تائے گسار ہی رہے  
 چڑھا دن کرن چلبلا فی لگی  
 لگی راست ہے شاموں کی صف  
 کسند شعاعی پکڑ کر شتاب  
 چلے بغیر اور مچھنسر  
 بسنان بھی شہر کے خام و عام

ہوئی راست صف وہ آفتابی	دو گانے سے بھی کو فرغت ہوئی
درخا پرہ چکے ساری پیرو جوان	پکارا سیرج وہ خطبہ خوان

## خطبہ

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ	ظہیر لانا انت فی کل حال
تو موجود ہر شے میں پھر کچھ نہیں	کسی جانہنیں اور پھر سب کہیں
سفت میں نہ پنہان نہ تو ذی	مگر حاصل نطق ہر بات میں
برسی شش جوت مگر ہر طرف	ہر تیری ہی جویان نظر ہر طرف
تو شکار و غفار و فرد و حلیم	تو معبود برحق غفور الرحیم
غریبوں کا آفت میں فیادرس	دم یاس مظلوم کا دادرس
جسے چاہے تو اسکو چاہیں بھی	اگر تو بنا ہے نباہیں سبھی
ترا شکر اے صانع باکمال	کہ انسان کو بخشا ہے جن و جمال
دیا ایک ہی تختہ کو لہ شر	زمین پر شجر ہر ہر شجر میں ثمر
بھرے دو نون عالم بہ دینک	کہ پہچان ہو ایک کی ایک سے
یہ الوان و اوضاع کا اختلاف	دکھاتا ہے آئینہ قدرت کا صفا
شب و روز پھر نامہ وہمہر کا	تری عین حکمت کا ہر قفس

جداگانہ اشکال کی ہستین  
 نئی روح چھونکی ہر اک چہرہ میں  
 محبت سے روشن کیا جان  
 بہائم کو پابند سیرت کیا  
 ترقی کا ہم کو دیا اختیار  
 ہر اک مصلحت میں ہر نفع عظیم  
 پھر اسپر بھی کین تو فز وہ جہتیں  
 ہدایت کی خاطر سو خاص و عام  
 ہر اک فوج کو ایک رہبر دیا  
 وہ جلوہ نہ کیوں پھیلے ہر زمین  
 وہ محمود و حمید رسول کریم  
 وہ شمع و دو عالم وہ نور ہدی  
 برہ راست انہوں نے دکھائی  
 ہوئی آپ رحمت سرشار و خلق  
 بتایا جہان کو محمد کا نام

ترمی صنیع کمال کی بہین صفتیں  
 رہیں تاکہ معصوم تریسے زمین  
 کیا اثر اخلق انسان کو  
 بشر کو دیا فطرتی حوصلہ  
 رہے رحمت اسی خداوند کا  
 فَلَا رَيْبَ اَنْتَ الْغَفُورُ الْحَكِيمُ  
 جنہیں دیکھتے ہو گئیں نہ زمین  
 روانہ کئے انبیاء کرام  
 محمد سامع کو پیغمبر دیا  
 خدا جانتا کون کس بھیس میں  
 وہ عین محبت وہ عین النعم  
 وہ مقصود کون و مکان مصطفیٰ  
 بُرَّاءِیْ بھنلائی بتائی بہین  
 کہ تھی تشنہ کامی سے بیتا خلق  
 کیا آکے خود و ہر کا انتظام



ترقی کی راہیں بتائیں بہن	تمدن کی شکلیں کہائیں بہن
و کھائی بہن صورتِ اتفاق	مٹا کر وہ اگلے رسومِ نفاق
اولو النزم و ذی جاہ و عالی نعم	وہ فخر عرب فتحِ عجم
وہ سرمایہ نازِ ملکِ عرب	وہ ختمِ الرسل شاہِ امتی لقب
وہ تاجِ میادتِ حبیبِ خدا	وہ عالی نسب سیدِ الانبیا
جمیل ایسے محبوبِ پروردگار	جلیل اس قدر وہ کہ رفقِ سوا
وہ ہر قوم و ملت کے مصلحِ شفیق	وہ امت کے عاشقِ رفیقِ ملحق
رضیوں کے رائد و ن کے تیار و ا	میتوں کے غمخوار بکس کے یار
خدا کے وہ پیارے بشیر و نذیر	امیر و مساکین کے سچے ظہیر
عظیم الطیر و عظیم المثال	وہ فرمانِ در ملکِ غر و جلال
وہ قمرِ نبوت کے چار و ستون	انھیں کے رفیقِ اور وجہ سکون
خلافت کی زمیتِ امامتِ کون	وہ پیارے کے پیارے و جان
وہ نفسِ نبیٰ اور برومِ شیر	وہ عالم کے سلطانِ چار و نذیر
دل و جانِ زہرا علیہا السلام	گیا دور یہ بھی تو اسے امام
وہ محبوبِ حق تھے یہ نورِ خدا	نہ تھے کوئی ذاتِ نبیٰ سے جدا

جو انانِ حُبّت کے سہوار وہ  
 ہوئے اُنینِ فی الجملہ بارہ امام  
 وہی نور ہوتا ہوا منتقل  
 بنی کے وہ پیار خدا کے حبیب  
 امامت کی گلشن کی تازہ نہال  
 وہ در پڑھ کے کعبہ سے توفیق  
 وہ خاک اہل باطن کی آنکھ کا نور  
 جمالِ انکی صورت پہ ہر دم شمار  
 علی کے وہ بخت جگہ نورِ عین  
 کرین پھر نہ کیوں وہ دو عالم کو  
 کسی پر اگر اک نظر ڈال دین  
 کہان اب کوئی ایسا روشن باغ  
 محمد کے پیار سے وہ جانِ تعالٰی  
 وہاں بادشاہوں کا ہو کیا گزر  
 وہ شانِ علائکے کیا فہم میں

خدا کی خدائی کے مختار وہ  
 رہا ایک کلاہ دور بالاستقام  
 ہوا شاہِ جیلان پھر متصل  
 وہ جس قریب اس سے رحمتِ باریب  
 پھلا پھولا رکھے انھیں ذوالجلال  
 ہر ذوقِ انکی خاک و رکیسین  
 کہ جسکے تصور کو یوں رہا دور  
 جلالِ انکی سیرت کا حدِ شمار  
 حبیبِ بنِ یادگارِ حسن  
 کہ ہوئے ہیں ایسی ہی شیرِ شکر  
 تو خدایت گزاری کو اقبال دین  
 کہ روشن کیجی لاکھوں گھر کے حلق  
 زمانے کے رہ تاجِ آلِ رسول  
 کہ جس جا ملا کہ کو جلتے ہیں پہ  
 مانے نہ جو عقل میں ہم میں

وہ رحمت وہ محبوب پروردگار  
 مرے شاہِ عاقل و عابد  
 احسنِ کار ہے نامِ جا سخن  
 یہی نفیس جاری ہواں کلام  
 آٹھ تھکے طلبہ صغیر و کبیر  
 ہر اک شخص پھر سب دہلنے لگا  
 وزی ویر کے بعد وہ خوش سیر  
 سیر شام پھر شہر سے بی نظیر  
 وہ دریا جہانِ خیمہ زن تھا وہ شہر  
 وہ طلبہ وہ مطرب و ساتی بہن  
 وہ نکیر و شامیانہ وہ فرش  
 وہ ہاتھی وہ کھوڑے وہ چھغیر  
 کہ ہر سبک سب یہ رسالا گیا  
 کہ اتنے میں اک شخص آباد  
 یہاں سر گئے جب سو عید گاہ

یتیموں کے والی غریبوں کے یار  
 ترقی پہ وہ مبدم یا الہ  
 انہیں کی محبت کی ہو سب کو دین  
 علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام  
 ملے بنی ظہیر اور محسن سیر  
 بہم شانہ شانے سے چھلنے لگا  
 روانہ ہوئے سب کے لیے گھر  
 گیا سوئے خرگاہ مہر منیر  
 یہ دیکھا کہ پھرتی بہن موعین تبا  
 ہوا پر پزندے وہ باقی بہن  
 وہ کرسی طلانی وہ تانبہ عرش  
 وہ شاگرد پیشہ اسیر و وزیر  
 زمین کہا گئی آسمان کہا گیا  
 دعا دی رہی بخت و دولت جوا  
 تو یہ کہہ گئے تھے سرانِ سپاہ

دمان سے پلٹ کر نہ ٹھہرنے اب  
 اوہر سے جو لوٹے اور چل دیے  
 مگر ساتھ مجھ کو نہیں لے گئے  
 و شوق آگ اگر بنی ظہیر  
 شہر میں کر تو اپنا قیام  
 خوب جب آ زما لین گویں ہم  
 میں نے پوچھا یہ ایسے ک نام  
 یہ تو وہ بے نظیر خیرین  
 یہ فرمان مہر میں  
 کہا اور لوگوں سے ہتھریاں  
 دمان ہی جو میری سعادت و زیر  
 یہ تہدید سن کر یہ فرمان شاہ  
 دمان جا کے پہنچا لی جب خیر  
 رفیق اور اجاب اور اہل شہر  
 رہا کچھ دنوں تو یہی کاروبار

جہازوں پہ ہوا بار اسباب  
 نہ معلوم پھر وہ کہ ہر چل دیے  
 یہ فرمان پہلے ہی سے دھو گئے  
 تو کہنا یہ ہی حکم میں  
 یہیں رہے گا پیام و سلام  
 تو پھر پاس اپنے بلالین گئے بعد  
 بتایا کہ کچھ بھی نشان و مقام  
 ہوا پھر سے سخت اند و گہیز  
 مع شوق اسی جا رہا جا گیا  
 روانہ ہو سوئے مقام طرب  
 دل و جان ہوا اسکے فرمان پذیر  
 چلے جانب قلعہ و حنیہ خوا  
 عزیز و اقارب چلے دوڑ کر  
 گئے زود تر زود سلطان دہر  
 کہ آتے رہے روز اہل دیار

وہیں لوگ جا جا کے بسنے لگے  
وہاں بس گیا ایک شہر عظیم  
ہر سکتے کے عالم میں پر منتظر  
تھیں وہ خود فراموش ہے

مگر دید کو جب ترسنے لگے  
کہ کثرت ہوے جو مسافر مقیم  
سخن سنج مشرت ہوا ہر پیش  
کچھ ایسی نبی ہر کہ خاموش ہے

## خواب

کہ عشق مستعد ہے نیز نگ ساز  
ترا نام ہوا اور میرا کام ہو  
غرض یہ کہ اپنا سا کرد، مجھے  
یہ نوچاندنی کمسیت کرنے لگی  
کہ اڑنے لگے آسمان پر شرار  
ستاروں کا ہونے لگا کم ہجوم  
دکھانے لگا برق کا اضطراب  
رد پہلا ہوا صحن چرخ کہن  
پہ درپیش ہر اک نئی داروات  
تنفس کے باعث اہل کے تیرن

پارا قیسا جا میں نیاز  
وہ مے مے کہ ناز کا انجام ہو  
بزننگ خم شوق جھڑک مجھے  
یہ پھوٹی کرن متو کبھی فر لگی  
تجلی ہوئی گرم رواست در  
چرانے لگے اپنی آنکھیں بچھم  
شما حوں کا جھڑک سر موج آب  
ہوا عارض ماہ پر توفنگن  
منہ کا سا ہر مزے کی ہر ات  
کہ یار ہر بے نظیر حسین

مرض کو سببِ حالِ خراب  
 قیامت کا ہر رنج مان بپ کو  
 اسی کشمکش میں گئی نصف شب  
 غشی ہی میں کیا دیکھتا ہر وہ ماہ  
 وہ گلزارِ بے خارِ زہتِ سرت  
 بلا کا وہ آراستہ پر غصا  
 بیان اسکا آری زبان تک اگر  
 کہیں لالہ و گل کہیں یاسمن  
 نشاطِ آفرین شورِ بلبل کہیں  
 جو ناکام جائے اُدھر سے نکل  
 قدم بوس اشجارِ بادِ حبار  
 گلاب اور کیوڑے کلہرینِ روان  
 ملا دو دھرمین مشک و عنبر کہیں  
 وہ چاروں طرف چادرِ آبشار  
 جمائے مٹی بر گِ سو من تمام

اطبائے بھی دیدیا ہر جواب  
 کہ مڑوہ سمجھتے ہیں وہ آپ کو  
 تہ لو اب ہوا اور تازہ غضب  
 کہ اک باغِ رنگینِ جِ پیشِ نگاہ  
 زمین اسکی رشکِ زمینِ شیت  
 کہ زنجیرِ پاموچِ بادِ صبا  
 اسی دم لبِ خشکِ عاشقِ ہون تر  
 طربِ خیزِ ہر سو بھارِ چمن  
 سرتِ فراخندہ گل کہیں  
 ابھی آئینِ شائعِ تمنائیں پل  
 طراوت لبِ برگِ گل پر تیار  
 روش پر چھائی ہمیں زعفران  
 اسی سحرِ پیچی ہوئی گلزمین  
 وہ نورِ رون کی چاندنی میں ہوا  
 بسا سنبھل ترے گلشنِ تمام

وہ کلیون کا ہرمت جوشِ منو  
 وہ ہر شاخِ مرستِ صہبا عیش  
 چارہ و صندِ عجیب سایہ دار  
 کہیں ہر شمشاد سایہ فگن  
 اگر دیکھ لے اسکا سبز کہیں  
 کیلے میں وہ ماندون میں گلہاتر  
 جوابہر کے گلے لبِ آب جو  
 کہیں ارغوان ہر کہیں موتیا  
 کہیں ست کن کا منی کی تمیم  
 لبِ گل کے وہ قہقہے ہر طرف  
 وہ خوش رنگ پھل زینتِ شاخا  
 وہ پھر کچھ ایسے لطافت فریب  
 بنفشہ ریاحین نبوتی گلاب  
 ہر اک رنگ کے پھول پھول ہوئے  
 کہیں وانہ رز چکتے ہوئے

تبسم وہ غنچہ آرزو  
 کھلین جسکے دیکھے سہ گلبا عیش  
 کہ ہر شاخ پر جسکے طوبے تار  
 کہیں جلوہ آرا رخِ سترن  
 ابھی سبز ہو شاخ گاؤ زمین  
 نظارے سے جن کے ہوتا رہ نظر  
 قرینے سے رکھو ہو سوسو  
 کھلے پھول ہر رنگ کر جا بجا  
 کہیں عطر سا کاروانِ سیم  
 غداول کے وہ پیچھے ہر طرف  
 ہن روشن کنول یا جوابہر نگار  
 کہ گوشِ گلِ حُسن کی جن زین  
 ہزارا چینی گل آفتاب  
 حادث کو پک نخت بہو ہوئے  
 شریک سے خوشے لگتے ہوئے

مئی وضع کے بھی بہت چھوٹا پتھر  
 بحرِ ارض میں وہ سفید انگبین  
 زمینِ عنبر و مشک و کافور کی  
 مکانات ہر موصوفہ فرسیع  
 روان ایک دریا ہی پامینِ بلغم  
 جد ہر رو میں ہتی ہر وہ سلسیل  
 ٹہلتا ہر او سپر ہی سمیر  
 اوہ یہ بھی ہر اک روش پر روا  
 بلاتا ہر اسکو وہ شاہِ زمن  
 نقس سے طاقت نہیں کجوا  
 یہ دیکھا تو رسم اسکو آتا ہوا  
 پکڑ کر میر دست بولا کہ مان  
 اسی دم شفا ہوگی اس نصیب  
 معاً اسنے وہ اسمِ عالی پڑھا  
 ہوئی گنگو کی جو طاقت آتے

خزان کے معوناتِ برخل  
 کہ جو رشکِ نسیم و ماءِ معین  
 لیے شاخِ گلِ شعلین نوز کی  
 دل اہلِ ہمت کی صورتِ قیہ  
 کہ دیکھے سے جگے ہوتا زہ و مانغ  
 ہر قلمتِ حکم اوہر کی فضیل  
 وہی تاجِ محبوبیت فرقہ ہر  
 مگر شدتِ درد و سرب پہ چاٹا  
 یہاں ضعفِ سر کا پتا ہر بدن  
 مگر دیکھتا ہر چشمِ پر آب  
 خود آیا اوہر سر کراتا ہوا  
 ان الفاظ کو جلد کہہ میری جان  
 کہ یہ اسمِ اعظم ہر میرِ حبیب  
 اثر بھی نہ اُس عارضے کا رہا  
 کیا موردِ مدد غایت اسے



کہا پھر کہ مشتاق ہوں کچھ سنا  
 یہ سن کر مجھ سے لگایا اتے  
 گرایہ بھی قدموں پہ اختیار  
 اٹھا کر سر اسکا کہا اچر حسین  
 ہمارے وطن میں جو آئے گا تو  
 یہ کہہ کر چلا ہی تھا وہ رشک گل  
 نہ وہ گل دہان پر نہ وہ گلستان  
 مگر وہ پریراؤ خاموش ہے  
 جدائی میں گزر اچوتے و ملال  
 ہوئی درد و غم سے جو حالت تباہ  
 تہین کوئی ڈھونڈ ہی تو پاؤں کہا  
 تہین کس طرح ہی میں پاؤں کا  
 دکھاؤ گے پھر رو انور تو کیس  
 یہ سچ ہی مری کیون خبر لو گے تم  
 نہ معلوم تم چل دے کس طرف

پڑھتے اپنے اشعار نو بر ملا  
 محبت میں اپنی چھینا یا اتے  
 کرے تادل و جان و ایمان نثار  
 ٹھرتے نہیں ایک جا کہیں  
 مراد صل کا پھر اٹھاتے گا تو  
 یکا یک گئی آنکھ بہ صد سے کہل  
 نہ اس عارضی کا کہیں کو پستان  
 تصور سے اس کی ہم آغوش ہے  
 قلق جی کو ہر دل پہ صد مہ کمال  
 یہ کہہ کہہ کر دوتا ہر وہ رشک ماہ  
 کہ ظاہر نہیں کچھ بھی نام و نشان  
 اسی غم میں اک روز مر جاؤں گا  
 مرے بعد اے لحد پر تو کیس  
 نہ جب تک کہ پامال کر لو گے تم  
 مگر ان جو آنا کبھی اس طرف

<p> میری تکیسی یاد کرنا منور  جہان ہو سلامت رہو بامراد  نہارون بچھین ہم سر لمبا بین گے  جہان جمع ہون سیکڑون بامراد  چلو نہیر تم خوش رہو آٹھکے  گیا جو اسی غم میں جی سے کڑے  ہر اک طعن کا رنج دیتا حسد  مرض ہی تھا سخت  کوئی جی سے رہا کہ براؤں  تمھیں عیش و عشرت نصرت  جو ہوتا میں شایان عشق و غیور  میں گو بدترین زمانہ ہوں یا  جو ہوتا مرا اختیار یہ کام  جو اپنے کیے کی نہیں تکملاج  جو گذر گئی دیر گزر جاگیگی </p>	<p> میری تو بہت یاد کرنا منور  خدا تم کو رسے دو علم بین شاد  مگر کوئی تمسانہ ہم پائین گے  وہاں کون کرتا ہی بیکس کو یاد  نہ اول لگانے کی ہم پاچکر  بے حال کی کون دیکھا خبر  نہ انظر سے جدا  نہ سو آہ مقرب مجھے  نہ سیار میں شاد ہو  کسی کی خبر لو یہ مہلت کہان  مجھے پاس اپنے بلاستے ضرور  مگر اس میں کیا ہے مرا اختیار  نہا تا میں اپنے کو خسران نام  تو ہوتا ہی رخصت یہ بندہ بھی آج  نہ تم تک مگر اب حسب جایگی </p>
--	--

یہ مانا تمھیں اپنی پرواہ کب یہ کہہ کہہ کے روتا رہا وہ فر تو کیا وہی رہن صبر و شوق یہ فرما رہا ہے کہ اسے بے نظیر وہ صبح کا دم تھا کہ شتاب خبر اسکے نہیں یہ کسی کی خیال یہ فرما کے رہا تھا وہ حال و قلم یہ کہہ رہا ہے کہ اسے بے نظیر اسی بقیہ رہی یہی شتاب بیا پیہ اسلو سبب میں وطم	ہمارا بھی اللہ مالک ہے اب مگر آگنی مینہ کچھلے پھر کہ یوسف بھی مین جہا حلقہ بگوش میں ہوں وقۃ القدس میں جاگے اُسی شوق کو دیکھ لائے جواب کہ اس سمت آنے کا لاؤ خیال نکاہوں اوجھل ہوا ایک بار بہان کرم لب پر دم سر و غما جگا کر کہا شوقی ہو حال خواب کیا حال دل خط میں پھر یوں رقم
--	--

### نامہ بے نظیر

میر جان و دل کو چین کے حصول تم اب تک نہ آئے بھارا آگنی صبا فریڑا مرے رخ کارنگ کہان تک یہ شہر کچھ تمھیں خیر ہے	امیدوں کے غنچے مرادوں کے پھول کلی حسرت دل کی مڑجھا گئی رہی دل کی دل ہی میں ہی مرے بعد پھر سیر ہی سیر ہے
--	--

یو باہن ہنگول کو پوچھے گا کون  
 تمھاری تمنا تمھارا خیال  
 کہاں تک کرے کوئی ضبطِ فغان  
 دکھائے کب لفت اُتر دیکھئے  
 سیاہ سے یہ کرتا ہوں گاہِ کلام  
 آریاں کیا دستِ وحشت نے چاک  
 جو غنچہ گستانِ مینِ گلایہ سے  
 کبھی چاک دامانِ بزرگِ بحر  
 نسیمِ بحر تو ہی مٹھنچے ہوں  
 یہ وحشت کسی سر ملائگی لب  
 تمھاری محبت تمھارا فرقہ  
 گھڑی بھر مجھے چین دیتا نہیں  
 یہی حال اگر ہو ہم جی چکے  
 مین اس پر بھی ہر طرحِ مجبور ہوں  
 دلِ مضطرب کو سنبھالو تمھیں

جہاں ہوجاں پھر سے گانوں  
 دل و جان کو، تیار ہو گیا کیمیا  
 کہاں تک رہے دل میں شہنشاہ  
 تھیں کبھی یہی خبر رستہ  
 کو پہنچے دستِ تلو شریکِ پیام  
 آتا ہوں اب اسے ششانی گما  
 یہ نہ کہتا تھا کہ شہنشاہ  
 تھی یہ محاورہ اسے شہنشاہ  
 مراد ملکِ بحر تھا شہنشاہ  
 کرمان وری رنگ لائی کب  
 تمھاری ملاقات کا استیانت  
 ہر ایک دم قلبِ یسا نہیں  
 لبِ خیمِ دل چارہ کسی چکے  
 کہیں آئے جلتے سرِ مند  
 کوئی ششانی دس لاکھ انیس

کہیں نہ ہو جائے یہی سنت چڑھنا  
 جو اپنا کہا ہے شکایت نہو  
 تمہارا ہی جلوہ ہے کوئین میں  
 کہان ہو غم از میرے مہینے  
 رخ پاک اپنا دکھاؤ مجھے  
 کبھی بلبلوں سے یہ ہے گفتگو  
 گلہاں کی حکایت سننا اُسے  
 جو اسے سبزہ آئے مراد رہا  
 جو اسے خار آئے میرا شک جو  
 کہی ہے یہ سوسن میرا کلام  
 یہ کہنا کہ اسے باغِ دل کے بہار  
 تری دید کا کوئی مشتاق ہے  
 کبھی ہر زبان پر مرے یہ سخن  
 لبِ برگِ گل تو ہی کچھ بولنا  
 تو سبیلِ ذرا سہلانا ضرور

تمہاری طرف سے ہر ساری وفا  
 محبت سے مجھ کو ندامت نہو  
 تمہارے ہی دم سے سین چلن میں  
 کہان ہو غم از دلبر بے نظیر  
 کہیں یہ نہو پھر نہ پاؤ مجھے  
 چمن میں جو آئے مرا لالہ رو  
 مراد باغِ حسرت دکھانا اُسے  
 تو کہنا کہ اس درجہ پامال تھا  
 مری لاغری تو دکھانا ضرور  
 کہ اس گل سے تو عرض کرنا سلام  
 ترا حسن و دونا ہو میل و نہار  
 اسے تیری دُوری بہت شاق  
 جو گلشن کو آئے وہ غنچہ دہن  
 صبا تو ہی عقدے مر کو کہو لانا  
 پریشان خیالی دکھانا ضرور

رخ ارغوان ہو کہ رنگِ بھا  
 مین سینچا کیا اشک سے باغ کو  
 پیارات دن مین برنگِ جنا  
 چمن مین جو دیکھا گلِ نسترین  
 جو قمری کی فریاد ہے کو بہ کو  
 جو تھین تم گلستان مین آج  
 مجھ سے زمانہ ملے  
 ہواے شاہِ عالی مقام  
 شورشِ حسن کے ہو امیر  
 چلا رِق جو نامہ لیکر اُدھر  
 نشانِ قدم دیکھنا بہا لیا  
 سفر اور اُس پر پھرتا زہِ ستم  
 مگر وہ اُسی دھن مین بڑبٹا گیا  
 گیا تھا اُدھر شوقِ جسِ راہ سے  
 گھر اوشٹِ محبت مین وہ پاں آ

مرے اشکِ خونین کے مین یادگار  
 تر و تازہ رکھا ہر اک داغ کو  
 ہوں سرِ سبزِ خون ہے دلِ سرا  
 تو یاد آگیا بھول سا وہ بدن  
 تمھاری ہی ہی آنسو بھی چڑبچو  
 لیا تاج داراں گلشن سے باج  
 محبت کا مارا حسنِ ازلے  
 لٹا دون ابھی نقدِ جان مین تمام  
 ریاضِ دو عالم مین سب سے بڑا ظفر  
 ہو اچپ کے وہ شاہ بھی بہ پر  
 وہ اک دشتِ پھول مین جا پڑا  
 ہوا نے مٹائے وہ نقشِ قدم  
 ہم آہنگ دمِ دین بھی چڑھتا گیا  
 وہ رستہ بھی لوٹھٹ گیا شاہ سے  
 خدا ہی نکالے تو اب ہونکات

<p>             کہ اڑتے ہیں ذرے برنگِ شر              و کبھی ہوں وہ ترسیلی زمین              کہ ریگ بیابان کی حالت تباہ              بھری مشک بھی سوکھ جائی              تو پائے نگہ میں پُربین آبلے              بلندی سے بھن کر گرین خاک              مقدرِ بین وہ نخلِ خرمائے تر              ہوا جا کے سائے میں جنگِ زین              کہ تہلکے کون اب رہ کوئی پا              کہ غائب ہوا خسرو دادگر              ہو خواہ میسرِ سعادت و زیر           </p>	<p>             ہوا میں تمازت کا ہے یہ اثر              نہ سایہ نہ سنبہ نہ پانی کہ حسین              وہ نواور گرمیِ حسد کی پناہ              آئین پر اگر کہے لاکر کوئی              نور ابھی اگر اسطر من کے اٹھے              پرندہ ن کا ہوا اس طرف جو گند              وہ آتے ہیں کیا اونچے اونچے نظر              اسی سمت آخر وہ سلطانِ دین              طبیعت کو لیکین ہے سخت انتشا              مقامِ طرب میں اڑی یہ خبر              چلا دھونڈھنے کو بہ فوجِ کثیر           </p>
--	---

### شوق

<p>             کہ گھنگھو بھجائی ہو کالی گھٹا              فلک پر وہ گھبر گھبر کے آیا سحاب              پڑے مثلِ سیلابِ شوقِ نہان           </p>	<p>             لگا تار دے جامے ساقیا              مراد سے گلابِ دورِ جامِ شرب              وہ نے دی اُڑونِ شکلِ برِ روان           </p>
--	--

جو سوکھی زمین پر شمع ہوا  
 گر جتے ہیں بادل چلتی ہر برق  
 گئی غنید اچٹ پانی کے شور سے  
 ٹپکتی ہر بجکے کی وہ اولتی  
 ہوا زور سے چلتی ہے بار بار  
 بنا ہے جو وہیٹن کا سانبان  
 عجب لے سے پانی برتا ہوا  
 ہر اک جھونک پر کیا نکلتی ہر مینڈ  
 چٹانوں پہ کیا لطف نظارہ ہر  
 صبا کے طپانچے جو کھاڑی ہیں آج  
 چلی آتی ہر بدلیوں کی قطار  
 دھوان مارا سوت چھایا ہوا  
 اٹھی شاخ گل سنبہ کو چوم کر  
 سہین ہر ابھی گو جھڑی کی بجا  
 ہیں آراستہ سبز پوشان باغ

نکلتی ہر بوسوندھی سوندھی سی کیا  
 ہوا صحن کا صحن پانی میں بھونک  
 یہی جاتی ہیں نالیان زور سے  
 کہ بے تار سیدین کی حلین پڑی  
 چھپتی سب کمر وں کے اندر چھپا  
 ہوا سوت ارگن کا اُس گمان  
 کہ زبا بد بھی مے کو ترستا آج  
 کہ ہر بوند پر خود نکلتی ہے مینڈ  
 کہ جو بوند ہے ایک نوارہ ہے  
 تو پودھے سروں کو جھکا رہیں  
 ہوا کے ہیں گھوڑے پہ بادل سوا  
 فلک پر سیست آیا ہوا  
 برستی ہے کیا کیا گھٹا جوم کر  
 نہیں ٹوٹا کبھی بوندوں کا  
 ہوا غسل سے ہر شجر کو فراغ



یکایک زکی بوند ٹھہری ہوا  
 ترو ترازہ ہر نخل ہے شاد کام  
 رگ کا منہ بدلی تہی ہے ابھی  
 وہ آسمان کے اشجار پر سامنے  
 وہ باغون میں جھولے پڑی مٹیا  
 ادھر کچھ ریاہی کوئی پی کہاں  
 یہ جی اس سدا کا اثر کات پر  
 کہیں کوئی چٹار رہا ہے کہ ان  
 پروں کو بیٹھے ہوئے وہ طیور  
 ہوا زور سے چلتی ہے سرور  
 ہے تشبیہ خامون کی یہ بر محل  
 جو سیندوریہ انہیں ہن مہیار  
 سپیدے جو شاخون میں ہن بالعموم  
 وہ ہلتے ہن زرد آم جو سامنے  
 پڑے ہن وہ ٹپکے ہوئے مہیار

نظر آتی ہے اور ہی کہہ  
 لبالب ہن پانی و سدا کام  
 یہ ہر زیر اشجار عام و ہن  
 کوئی کو کتا چڑی و زور  
 وہ ساون ہی گا کہ ہن  
 سناہ تو قابو میں ہر جی  
 کہ دل لوٹ جائے ہن  
 ذرا دیکھنا اس گہرائی  
 درختوں پہ بیٹھے ہن کیا و ہن  
 تو ہلتے ہن کیا آم وہ سدا کام  
 زمرہ کے پتے زمرہ کے پھل  
 ہن لعل بدخشان ہی انہر شا  
 ہوئے آکے روپوش گویا نجوم  
 لٹکتے ہن پکھراج کے قمعے  
 زمین ہو رہی ہے جو ہر نگار

چٹا ابرہین دھوپ کے کچھ نشان  
 وہ ہر شاخ پر کوئلیں بار بار  
 ادھر سے اٹھا لو پیہوں کا شور  
 بے قوس قزح چرخ چربلوہ گر  
 ہوئی شوخ ہر رنگ کی اب بیا  
 پڑیں زرد کرنیں وہ ہر برگ پر  
 ہوا سے ہٹی ابر کی جو نقاب  
 نہ وہ سیل ہوا بے اب گستا  
 شکایت ہر گلیوں میں کچر کی عام  
 یہ سب دیکھتے تھے جو لیٹے ہو  
 ہوئی رونق تازہ ہر کار میں  
 کسان اور دہقان با یکدگر  
 وہ بیلون کو اپنے ہنکائے ہو  
 وہ کپڑے کھڑے ہلوں پر  
 وہ مالا ب اڑتی تھی گل حسین گرد

پرنس بھی ہونے لگے پر نشان  
 اڑاتی ہیں بیٹھی ہوئی کیا ملار  
 ادھر تانین کیا کیا لگاتے ہیں مسہ  
 ابھی تک نہیں آنا سورج نظر  
 دھنک میں شوعین ہو میں آشکا  
 زمرود پہ چڑھنے لگا آب زر  
 یکا یک ہوا جلدوہ گرافتا ب  
 بھری ہیں مگر نالیان جا بجا  
 یہ ہیں صاف بستی کی شکین نام  
 چلے اب وہ دامن سیٹے ہو  
 نکلنے لگے لوگ بازار میں  
 گدرا اور ہل کھڑے خود ہن  
 چلے نٹ مارے وہ گلے ہو  
 لگے رینگنے ہر طرف خاک پر  
 نکلے سیندک و مان زندہ زرد

وہ کب تک کہ جو سرسرخاں تھے  
 سب ہمیں نہیں آتی کچھ اور بات  
 ہو اس دریاغون آنے لگی  
 وہ اک قاصد آتا ہے فخذہ رو  
 سنایہ تو انجم صفت خاص و عام  
 اسی طرح اسکو وہ سب سے ہر اس  
 ادب کیا اسے گردن کو خم  
 رہی روز افزون یہ جاہ و وقار  
 دیریا محبت سے آیا ہون میں  
 اجازت اگر ہو تو کھولون زبان  
 سنایہ تو ہنس کر وہ شیریں بن  
 مجھے گویہ معلوم ہے داستان  
 کہا اسے اے شاہ روشن ضمیر  
 جو بچہ راست ہی کچھ رہا ہوں حال  
 تیرا عاشق زار و مہیا عشق

وہ پانی کو پڑتے ہی سب ہی  
 مگر نچایہ باران آب حیات  
 نگاہوں پہ خشکی سی چھا لگی  
 کہ رکھتا ہے وہ مہر کی جستجو  
 ہو ڈر گرد و پیش اس کے کجا تمام  
 گئے لے کے اس شاہِ خوابان پار  
 دعا دی کہ اے شاہ گرد و چشم  
 بہ دمہر ہوں تیرے خد شکرار  
 کسی کا خط شوق لایا ہوں میں  
 کروں راوی سربتہ سارا عیان  
 لگا کہنے اے قاصدِ سحر فن  
 مگر تو اپنی زبان سے بیان  
 بد تک رہی تیرا تاج و سیر  
 کہ ہوتا نہیں المیٰ کو زوال  
 وہیں بے نظیر گرفتار عشق

جو کچھ دن یہی اسکی حالت رہی  
 جو بستر پہ ہوتا ہے وہ گلزار  
 جو تکیہ بھی رکھتا ہے کوئی بزور  
 بچھاتے ہیں تختِ طلائی اگر  
 جو لاتا ہے کوئی لباسِ نفیس  
 مجھے کوئی کفنی رنگا دیکھے  
 جو ہوتا ہے کچھ جامہ زیبی کا ذکر  
 جو کہتا ہے کوئی چلو باغ کو  
 جو سنتا ہے فریادِ بیل کا شور  
 جو کہتا ہے کوئی غذا کھائیے  
 کہا جو کسی نے کہ پانی پیو  
 نہ کھانہ پینا نہ سونا اُسے  
 تڑپنا کبھی بسترِ خاک پر  
 گلہ جو رکھتا ہے سوچ کبھی  
 کبھی بھاگنا شکلِ عہدِ شباب

نظرِ حسرتِ آتی بہنیں جان کی  
 تو بھولوں کی جا اب بچاتا ہے خاک  
 اٹھاتا ہے وہ کوئی تختِ گور  
 تو وہ خاک اڑاتا ہے بالائے سر  
 تو کہتا ہے وہ رگڑا می ہم حلیں  
 کوئی مرگ چھالا منگا دیکھے  
 اُسے ہوتی ہے خاکِ بیری کی فکر  
 تو کہتا ہے دیکھو مے داغ کو  
 تہ کپہ اور وحشت کا ہوتا ہے زور  
 تو کہنا غمِ تازہ چھپ لائے  
 تو وہ پی گیا سن کے اس بات کو  
 اکیلے کہیں جل کے رونا اُسے  
 کبھی دستِ غم سینہ چاک پر  
 وہ دستِ دگر بیانِ جنون کبھی  
 توقف کہیں دم کو شلِ حباب

کبھی جازمین بوسِ افتادگی	کبھی دستِ شانِ شہزادگی
کبھی جادہ پیائے صحرایِ یاس	کبھی سورتِ برغمِ وہ آواز
کبھی جابتِ دعا کفّور	کبھی ناز کی راہ سے وہ غنیمت
کبھی روٹھ جانا خُدت سے اُسے	کبھی در نیازِ استی سے اُسے
کبھی برقِ دمِ دشتِ ادا مین	کبھی غمِ زینِ کبرِ آلام مین
کبھی نازِ بردارِ غمِ بحر	کبھی نکتہِ مشقِ تمہائیِ بحر
کبھی وہ قدمِ بوسِ گردِ فراق	کبھی عافیتِ خواہِ دردِ فراق
یہ کہنا کبھی جانِ آبِ نخل	کبھی دیکھنا راہِ پیکِ سہل
کبھی گلزینِ چمن سے گریز	کبھی خارزارِ جنونِ لطفِ خیر
کبھی وہ خسِ کوہِ بیچارگی	کبھی صرصرِ دشتِ آوارگی
کبھی چشمِ وحشتِ دید مین	کبھی نقشِ پا کوئے امید مین
نمکِ پاشِ زخمِ جگرِ شورِ عشق	کبھی لذتِ افراسے غمِ زورِ عشق
کبھی گرمِ مالہ دمِ سرد سے	کبھی سردِ سرِ گرمی سے درد سے
کبھی حشون کی نظر کی طرح	اُسے اڑتے پھر ناخبر کی طرح
کبھی دمِ امانِ خواہِ شامِ ملال	کبھی وہ دعا کو سے صبحِ صال

کبھی صورتِ موجِ بادِ صبا	اُسے ڈھونڈنا یار کی خاکِ پا
کبھی ذوقِ ناکامیوں کے اُسے	کبھی شوقِ بدنامیوں کے اُسے
اُسے اُن سوداؤں کے کبھی	اُسے فخرِ سواہیوں کے کبھی
کبھی چشمِ غمِ تنگ کے نام سے	کبھی اُس کو رمِ فکرِ آرام سے
کبھی وہ دل افکارِ آزارِ غم	کبھی زخمی نشترِ خارِ غم
لٹکا ہون کے مانند چہرہ کبھی	اُسے صورتِ اشکِ کرنا کبھی
کبھی شمعِ افروزِ داغِ فراق	کبھی لالہ سان رنگِ باغِ فراق
تجلی گہرِ داغِ سوزِ انِ عشق	سرا پاؤں سرِ چرخِ انِ عشق
ہر اک زخمِ دلِ رشکِ حبِ حشر	درِ توبہ گو یا شگامِ صبر
سکین بس اک جوشِ آوارگی	جنون چارہ فرمائے بیچارگی
قلقِ بقیارِیِ صیبتِ شیر	فغانِ نالہِ فریادِ غمِ ہمِ صغیر
شبِ ہجرِ مشاطہِ زلفِ غم	سحرِ آئینہ دارِ روئے الم
نہ ہمراز کوئی نہ کوئی انیس	مگر غربت و بیکسی ہمِ جلیس
رفافتِ مین اک حسرتِ جلِ پا	تلی وہ قلبِ یادِ نگار
فلکِ بر سرِ کینِ زمانہِ غدو	زبان پر مگر ذکرِ لائقِ مظلوم

وہ پڑھ رہا گل سا پریشان حال  
 وہ کچھ نہ تباہی میں مبع قنار  
 بے نشان چاک و اماں فرزا نگلی  
 دقا۔ رہنا سے مراد الحسید  
 نہیں ساتھ کوئی بھی غم کے سوا  
 خلش و روکی کا ہش جانِ ناز  
 وہ پروردہ نازِ مسکین لقب  
 وہ آفت کا مارا پریشان خیال  
 وہ بھی شوقِ اب تک ہی رہتا ہے  
 لپٹ کر کبھی دامنِ گرد سے  
 وحوش و طیور اور سب جانور  
 گرا تا ہے جو اشکِ خومین کہیں  
 وہیں خامہِ عجب سے کیا ادب  
 مجھے دے کے مکتوب بھیجا وہ  
 سنا یہ تو بولا وہ روشن ضمیر

بزمِ چراغِ سیرگوراد بس  
 وہ دشتِ مصیبت میں ریک و ان  
 تو خوش۔ ہم آغوشِ دیوانگی  
 طلب۔ گامِ فرسائے کوئے امید  
 پہ ہر گام پر جذبِ دل مشو  
 تبش۔ خانمان سوزِ صبر و قرار  
 سڑتا ہی تیرے لئے روز و شب  
 شب و روز ہے گردِ راہِ ملال  
 جنون اور بڑھتا ہی سمجھا ہے  
 وہ روتا ہے جنگل میں اس در  
 بہم روتے ہیں اس کے احوال  
 تو بن جاتی ہے وہ زمین گلین  
 لکھا صفحہ شوق پر حال سب  
 نہیں جس سے مجھ کو مان کی خبر  
 مجھے دے تو وہ نامہء دلپذیر

تو یا زارِ اسس نہ لکھو لاشِ تاج  
پڑھا در پڑھا کر لکھا یہ جواب

### جواب نامہ

مرے شیف تہ بے نظیرِ خیرین  
فائق اللامع الصابرین  
وزرا چاہے صبرِ انسان  
مجھے پائے گا کھونہ تو جان کو  
ہمارا ہی ہو کر رہے تو دمام  
یہی آرزو ہے فقط والسلام

### واپسی

پلا سامیتا جامِ تہت مجھے  
نہ روک آج ساغر کے دینِ سہا  
لب جام سے حکم اگر پاؤں میں  
کریں سے میں جو انکلی تھا لاؤں میں  
پھٹی پوشا عین اچکنے لگیں  
ساروں کی اکبیدیں جھکنے لگیں  
سپیدہ ہوا صبح کا خورشید  
لگایا گدا نے نسیمِ چمن  
سحر نے سو نگھایا جو کا فورِ ناب  
اٹھاب تر خوب سے آفتاب  
شہنشاہ نے حسبِ حکمِ قدیر  
بائیں شایستہ و دلپذیر  
لکھا خط اسے مہر کر کے دیا۔  
ہو اے کے قاصد اسی مہم ہوا  
چلا جس گہری لے کو پیغامِ خیر  
تو بجلی سے بھی زود تر گرم ہوا



چلا چٹکیوں میں اڑتا ہوا  
 تصویر سے بھی پشتہ آگیا  
 نہ دیکھا کسی ماہ کو اس جگہ  
 یہ سمجھا کہ وہ خسرو بدیع  
 کسی جا اس سیرت ہی ہوا  
 سو دشت و حشت چلا گیا  
 تیر نخل بیٹھا ہے اندو گلیں۔  
 کہا اور۔ بولا کہ فضل خدا  
 ترے نام سے اُن کو دشت ہوئی  
 زکات میں تمیز نہیں ہے نظیر  
 تو یہ تخت مشق چارگی  
 نہ لالے پڑیں اس کے گاہکین  
 پیام وفا ہو پیام اجل  
 کہ شوخی کی تھوڑی سی عادت تھی  
 ہوا باعث دشت طبع پار

سہا کو وہ بالابستاتا ہوا  
 آہے چلا اور اوہر آگیا  
 نہ پایا مگر شاہ کو اس جس جگہ  
 عرض سوچتے سوچتے و بھل  
 مقدر مرے بعد راہی ہوا  
 سمجھ کر یہ وہ پیک عالی و قار  
 وہاں جا کے دیکھا کہ سلطان دین  
 کہا تیر مقدم۔ کہا در حیا  
 وہاں جا کے مجھ کو ندامت ہوئی  
 وہ پیک ہمایون ہی اسکا مشیر  
 یہ سمجھا جو خط و دن میں کیا رگی  
 ندم جائے مارے خوشی کو کھیر  
 مہا واپڑے زینت میں جو خلل  
 کچھ اس کے علاوہ شہرت بھی ہے  
 کہا آپ کا نام نہ پڑھیہ

کہا پڑھ کے نامہ کہ تو جو عشق  
 صبا سے کسی دم مخاطب ہیں  
 کبھی دین عناد صفت نغمہ زن  
 کبھی سبز کی دیکھتے ہیں بھار  
 وہ دیکھیں رخ یا سمن شوق سے  
 ضیا کیا ہو پھر عشق کے ذاعین  
 مرے سمت انگوٹس ہی نہیں  
 انھیں عشق ہو تو ہمارے دین  
 سنا جب یہ من نے توار راہِ قل  
 وہ تیرا جنون تیری آوارگی  
 پھر اسپر فضا ہے جو گلزار کی  
 سنا جب یہ افسانہ سحر کار  
 میری اس کی گہری جو یونہی گئی  
 کہا منہ نے مجھ کو بنانا ہی کیوں  
 کچھ کبیرا نے کچھ مجھ بھی کہا

اور او سپر کچھ سیر چمن و عاشق  
 کبھی سیر گلشن پہ راغب ہیں  
 کبھی غنچہ و گل سہوہ ہم سخن  
 کبھی دین بھار چمن پر نثار  
 کرین خوب سیر چمن شوق سے  
 کہ رہتے ہیں وہ رات دن باغین  
 میں کیا ہوں مری کچھ خبر نہیں  
 محیط جہان سے کنا سے رہیں  
 بیان کی تیرے غم کی لچب نقل  
 تری بلکیسی تیری جیا رگی  
 غایت ہے یہ چشمِ خوبا رگی  
 ہواست جامِ طرب و نگار  
 جو بگڑی ہوئی بات تھی بن گئی  
 توبے پر کی ظالم اڑتا ہی کیوں  
 کہا ان کہہا ہے خدا دی وفا

تنہا پڑھنے کے نام سے کہا کیا جواب  
 گزرتی تھی رات گلشت میں  
 کہا لا وہ مران خوش یقین  
 کہا یا مت حیلہ سے کیا آئے گا  
 اوپر جا کے بیٹھتا ہے خط لا وہ  
 کہا کچھ بہ مجھے قول تو دیکھئے  
 کہا کہ وہ جی دے جلد کیا ہو وہ قول  
 کہا جس طرح ہو پر کہنا مجھے  
 کیا شہ نے یہ قول دل سے قبول  
 نکالا وہ خط شوق و نشان سے  
 ہوا سر و قد عاشق بے نوا  
 اور سے لیا نامہ غزنے کے ساتھ  
 کبھی دل پہ رکھا کبھی سرق  
 رو کر چکا جب رسوم نیاز  
 پڑی تین سطرون پہ جہدم لگا

کہا یہ لکھا ہے زراہ عتاب  
 ہمیں چھوڑ کر پھرتے ہوشت میں  
 کہا اگر گیا راو میں وہ کہیں  
 بھلا اس بناوٹ سے کیا پانچکا  
 تصنیع سے حاصل وہ آدہ ہر  
 تو پھر میں بھی حاضر ہوں خط لکھو  
 تری بات سے مجھ کو آتا ہی ہوں  
 ہمیشہ رفاقت میں رکھنا مجھ کو  
 کہا اب تو نامہ دے وعدہ پہوں  
 کہا مجھ کو پیار ہے یہ جان  
 کہ جو رسم عظیم نامہ دا  
 ملا اپنی آنکھوں سے الفت کے ساتھ  
 کبھی آنکھ پر شکل و اماں تر  
 تو کھولنا اسے صورت چشم نا  
 سمجھ کر معافی بھری ایک آہ

کہا خوش رہو دیکھ سچ زمین	میں اعجاز میرے لوج و زمین
یہی ہیں دو اہان رخسار کی	یہ باتیں کہی ہیں بہت دور کی
انہیں میں کہی ہیں بھریم	میں یہ کہتا ہوں کہ
جولوچ دو عالم یہ کھسیر رہے	انہیں تین سطرین کی

### اندھ طراب نہ خطیر

پلا بادہ اسے ساقی خوش تھا	کہ ہو برج فرقت کو کہ تو رہا
شب تیر کب تک اٹھا جام عیش	کہ روشن ہو دم عزت و مہم
خزان ہوں بناو تو رنگ بہا	اڑوں دوش نہ
اٹھی ہو جو کالی گھٹا سطح	مجھ کو کل پر سے بہے نہ سطح
جواڑتی ہے چاروں طرف یہ بھا	انی کی طرح ہوئی جواں گوار
اندھیرے میں بجلی کا یہ کوندا	مرے دل کو حسرت کا یہ کوندا
یہ ساون کی راتیں یہ گہرائی	بھلا کس طرح اسے چھو لگوں
ترپتا ہوں جز شوق دیکھ کون	ہیں سوختہ ہوا کہ ان باتوں
یہ سننا پانی کا ٹھنڈی ہوا	وہ حسرت بھری بانسری کی
دوختوں پہ وہ جگنوؤں کی بہا	کہ اڑتے ہیں نالوں کی تیر شاہ

نریتی ہے بجلی اُدھر متصل  
 میں سکتی مین تھامو روکنے شورت  
 یہہ لو کچھ ترشح بھی ہونے لگا  
 ہوئے جاتے ہیں ایک بجے وہ  
 بہت زور سے چل رہی ہے ہوا  
 اُدھر دیکھو وہ کہل چلا آسان  
 بڑا نیکو دل کامرے اضطراب  
 لئے ہاتھ مین نیزہ ہراک کرن  
 نظر آتی ہیں دور جو جھاڑیاں  
 یہ لو چاندنی مین ہوا دشت غرق  
 وہ کوئل پیہا وہ چلائے مور  
 غضب چھوٹی چھوٹی کسی نین اُدھر  
 شب ہجر مین آج یہ چاندنی  
 جگر پارہ پارہ ہے۔ دل چور ہے  
 یہ وہ رات تھی اے مریدِ دلِ بکمال

اُدھر لوٹ جاتا ہے بے یار و دل  
 گر جنے لگا رعد بھی نذر سے  
 مے ساتھ کر دوں ہی روئے لگا  
 برستا ہے کیا ابرجی کھول کر  
 عجب کیا کہ چھٹ جا دم مین گھٹا  
 تارے بھی دواک ہو مٹو نشان  
 وہ چمکین شعا عین میانِ سما  
 لگی کھولنے بندِ خنہ کہن  
 ہے اس دم درندوں کا اُن پر لگان  
 لگی لوٹنے میرے سینے پہ برق  
 یہاں بڑ گیا اور وحشت کا زور  
 سر آب مین کس طرح جلوہ گر  
 کھلاتی ہے میرے کی نمکونی  
 بشر ہائے کس درجہ مجبور ہے  
 بہم ل کر پیتے شرابِ وصال

مگر اسے ری قسمت و آرزو گون  
 ملک پر ثوابت نہ سیار زمین  
 نہ ہر چین ل کو نہ ہون میں خواہ  
 یہاں تو ہر خود دل پہ غم کا جویم  
 مرے رب مرے رحم الراحمین  
 پڑھا اس پہ فرمان مہر شیر  
 چڑھیں ندیاں گریہ ذوق کی  
 کر ٹھی چوٹ وہ دل پہ کھال ہو  
 روانی سحر سکون کے وہ مضمحل  
 جنون او سکون گھرے نکالی ہو  
 بنی تھی جو دل پر تو بگڑے طور  
 ہوس بڑھ کے دل میں بہاؤ تھی  
 جگر میں ترپ جان بسل میں بھی  
 دل و جان پہ یہ حشر تن چھا لکین  
 خیر پاؤں کی کچھ نہ کچھ سکا ہوش

عوض لکے پتیا ہو نہیں اپنا خون  
 اگلیٹھی ہر گرد و زلہ گاریہاں  
 بنام ہون میں سہ تباہا اضطراب  
 خدا جا کیوں گھورتے ہیں نجوم  
 سحر ہوگی اس رات کی یا نہیں  
 ہوا اور بھی مضطرب بنی ظہیر  
 لپکے بڑھ گئی شعلہ شوق کی  
 جدائی کے صدمے اوٹا ہو  
 ابھون عیان صدمہ در و دل  
 امیدیں طبیعت سنبھالے ہو  
 برستے تھے شیشے پہ کیا کج  
 طبیعت ہی قابو میں آتی نہ تھی  
 وہی درد سینہ میں بھی ل میں بھی  
 انگلیں بھی دم کے گھبرا گئیں  
 جنون میں بسل وارہ گردی کا جوش

شیر کیا کہ برقا اس پہ تیراں تھی  
کو بی شو نہ ہرگز خوش آئی اُسے  
کہے کہ کن جو دل پہ تھی وار و ات  
میرِ قلم سر نشانی سے تھا  
وہ برجھی سی دل میں شکستی ہوئی  
دیران رہے دلِ مٹوا فاش  
بزمِ گلِ زخمِ عاست زبون  
حلا دل تو کھینچی وہیں آہِ سرو  
غلی سدرجہ بیتاب جانِ خیزن  
جو حسرتِ مجاہدِ یمن کہ لگی  
نصوَرِ مین ہر وقت رد و بدل

کہ اس کی ترپ میں عیب آن تھی  
خدا کی خدائی نہ بھاتی ہے  
نکلتی نہ تھی ضعفِ مہنہ سہ بات  
وہ مالانِ زبیدہ زبانی سے تھا  
نگاہوں حسرتِ ٹپکتی ہوئی  
خوشی یہ کہتی تھی کچھ با سب  
سہنی میں بھی جاری ان کہ ہوں  
گری جو طبیعت چمکُ تھا ورو  
کہ ہر دم تھا اس کا دم واپس  
نگاہوں پہ کیا بیکسی چھا گئی  
کبھی محو ہو کر پڑھی عینِ نزل

غزل

نہ تھم نہ ہو دن و کبیا مجھ  
ہوا اپنی جی سے بھی بے خبر  
خدا جہ نہ تھا جواب میں کیا سنا

کہ مجھ سے ہی آخر چھڑایا بنے  
نہ معلوم کیا یاد آیا مجھ  
ارے ورو دل کہ وہ گایا مجھ

خستم کرتے مل کر تو پھر لطف تھا خدا کی تیری بہین کچھ غن ندیکھا کچھ اُن میں سبز انداز جفا سے دُلتے کہ ازرا و ناز وفا کا لگا کہ کیا کروں لطفِ ہوا شوق یہ دیکھ کر بقرار کہا شہ سے صبر گھٹن لگا لکھا ہے تھیں صبر کے واسطے کہا شہ نے اے مونس لگا کہا اُس نے اچھا ہی کیجئے ابھی روضۃ القدس جاتا ہوں سُنا یہ تو پھر یکے کلک خیال	جدائی میں کیا آرمایا مجھے ملا اُس منم سے خدا یا مجھے مگر وہ بھی کیا تھا جو جایا مجھے غرض جسطح ہو لیا یا مجھے یہ کیا کم ہے جو بس تیا مجھے کہ رو رو کے کہوتا ہر وہ جان کلیجا مرا غم سے چھٹنے لگا نہ یوں جان چربہ کے واسطے سُنا کچھ بھی تو مژدہ وصل یا مجھے پھر کوئی نامہ لکھ دیکھئے خبر مھر کی جا کے لا تا ہوں میں لکھا صفحہ آرزو پر یہ حال
---	--

### نامہ بے نظیر

مرے دلر با شاہد بنظیر شب تارِ عہد ان ہجومِ بلا	سہمِ محبت کے مھر بنظیر تم آؤ تو چھٹ جا غم کی گھٹکا
---	---



جگر شاد ہو قلب سرور ہو  
 کہان تک یہ سوزِ درون کی تپش  
 یہی ہی جو غفلت دوا ہو چکی  
 غنیمت ہے دم آچکا اس حیرت  
 تپِ غم سے گوین پریشان ہوں آج  
 کرو شکر اپنے کمالات کا  
 تم آج وہ شاہِ عالی جناب  
 سُرک آئینکی جو برابر کرین  
 جو دل خواہشِ خوش یابی کر  
 سنائے وہ نغمہِ تمجیدِ لاجواب  
 ترنمِ کھیر گرم بازار ہو  
 کروں جمع اسبابِ عشرتِ کام  
 مرتب وہ رہنے کو ایوان ہو  
 لکھتے ہوں وہ قلمِ مقفل  
 وہ بقیہ بھرے نور سے بسر

مرا خانہ عیش پر نور ہو  
 کہان تک یہ دردِ نہان کی تلش  
 مریضِ الم کو شفا ہو چکی  
 رہے روز افزون یہ سنِ صلح  
 کبھی ہو رہے گا مرا بھی علاج  
 ملو آگے مجھ سے مرے ملقا  
 کردن تم پر صد سہ و آفتاب  
 عوض کنکروں کے ستارے بھیرن  
 دبیرِ فلکِ شمعِ خوانی کرے  
 کہ زہرہ ہوزُہرہ کا بھی آب  
 بدل مشتری بھی خریدار ہو  
 زحل کی نحوست نہ کچھ آئے کام  
 جہانِ نجم کیوان بھی دربان ہو  
 ثریا جنبین دیکھ کر جو خسل  
 کہ نسیرن و پروین کی جھپٹے نظر

بنین ساتی بنیم غلمان و حور  
 کردن حاندون کجگر کو کباب  
 سے نوش و صلت جو آماہ رو  
 ہٹا دون جو رخ سے وہ زلف سیاہ  
 اٹھ دو جو محراب میں تم نقا  
 کرو نہر سیاں طرہ جدی دثور  
 پیرین جو تمھارے قدم کے نشان  
 ہوز لفون میں اپنا دل پر شذر  
 زنج پر ہو جو گیسوئے مشکاب  
 دکھائیں وہ آنکھیں جو اپنا جلال  
 یہ ہو گرمی و جل میں سوز و تاب  
 و فاقم کرو ہم حجب میں سہین  
 جو تم چرخ وحدت پہ قطب خاص  
 جگہ پاؤں پہلو میں جو آپ کے  
 ہیں یہ جلوہ گر چرخ پر جو نبات

فردوزان ہو چاروں طرف شمع نور  
 نظر آئے ہر جام میں آفتاب  
 کرون شیش عترب میں نذر عطر  
 تو بوج حل سے آئے ماہ  
 تو آئے نظر قوس میں آفتاب  
 کہ شیرون کو لازم ہے شیرون کا طر  
 تو رستہ بنے غیرت لہکشان  
 جلے منزل سنبہ میں قمر  
 تو پانی بھرے دلو میں آفتاب  
 اسد سر جھکائے برنگ غزال  
 کہ سلطان کو گردون بنگا کباب  
 کہ منیران کے پلے برابر رہیں  
 ان آنکھوں میں تپکین کے پنج خاص  
 نہ ہو قطب کی طبع جنبش عجیب  
 تمھارے حد پر لگا دیں گھاٹ

<p>             ہو کہہلاؤ اب اپنے سب کاموں              سہیل میں کا بھی ہو رنگ زرد              جبین منور جو دیکھے سہا              جو کجیرین وہ گیسو تو پھر بے سکوت              سہارمت کی جامیری آوارگی              میں ہوں جان بلب تم جلاؤ مجھے              زمانہ میں رہ جائے تیا دو گار           </p>	<p>             ابھی خون تھو کے عقیقہ میں              لہو لعل رمان کا ہو جائے سرد              نہ سجدے سے پھر سر اوٹھا ذرا              دل زار یونٹ ہو وہ زلف حوت              یہ جوش جنون اور بیپارگی              خفا ہوں میں دم مٹاؤ مجھے              تم تجاری محبت مرا انکسار           </p>
--	--

### بہارِ صبح

<p>             کہ حاصل ہوتا قوتِ رومی مجھے              اٹھوں نشہ آلود ہنرت آج              برنگ دعا سحر ہوں روان              وہ آتے ہیں اب جا کا کچھ نظر              نہ وہ جگمگاتے ہیں سر آسمان              وہ اک اک کو نکلتے ہیں بے در              چھپے جاتے ہیں پردہ شب میں           </p>	<p>             پلا آج ساقی صبحی مجھے              گردن غرغہ آب کو شرت آج              وہ نے ہو پوین جسکو سنکا اذان              ستارے جو چھٹکے تھے افلاک پر              نہ وہ چٹکین ہیں نہ وہ شوخیان              فراہم تھے پہلے جو انگور سے              سحر کا سپید بھی ہر کیا غضب           </p>
--	---

ہوئی صبحِ خندان جو پر تو فگن  
 ریاضِ سحر میں جو پھولی شفق  
 سحر کا جو دھڑکا ستارے لگا  
 سنی باو صبحِ چین کی جو دھم  
 ابھی کیا چمکتا تھا بنجمِ سحر  
 چمک میں نہ تارونکی کہو کوئی  
 ستارے جو تھے زیبِ بزمِ فلک  
 وہ ایک ایک کر کے روانہ ہوئے  
 مگر کچھ وہ ہیں رنگِ تریمنِ صبح  
 سو وہ بھی ہیں کچھ جھلکتے ہوئے  
 ستارے جو باقی رہے حالِ خال  
 جو تل کی طرح جا بجا پالیا  
 فلک پر وہ کچھ روشنیِ صبحی  
 جو بنجمِ سحر بھی لجانے لگا  
 چھڑائی تھی مہتاب گردونِ رات

پریشان ہوئی صبح کی انجمن  
 ہوا رنگِ تارون کا یکساں  
 فلک پر نشانِ چھڑانے لگا  
 کہ لگا فلک سے بزمِ سحر  
 ہوئی روشنیِ مہتاب کی عمر  
 کہ پھولی پڑی جاتی جو چاندنی  
 جھلکتی نہ تھی بن کی اک دم فلک  
 سحر ہوتے ہی سب فنا نہ ہوئے  
 چنے گا انھیں دم میں گلچینِ رات  
 مذمتِ انگلیں چراتے ہوئے  
 نہ اُن کا رہا کچھ کسی کو خیال  
 انھیں چن کر صبحِ سحر کھا گیا  
 وہ ہلکی سی مہتاب کی چاندنی  
 قمرِ اپنا بستر اٹھانے لگا  
 اسی کے یہ سب پھول تجر و نبات

نظر کی جو گردون کی سنگا پیا  
 شفق میں ہی جو رنگِ صبح امید  
 کیا کاروانِ نئے نہ شب کو مقام  
 ستارے جو تھے جلوہ گر چرخِ  
 فلک نے یہ سب گوہر بے شمار  
 گرے صورتِ اشک جو خاک پر  
 یہ شبِ تری ہو کر جبِ ثنائی  
 سحر کا عملِ حبِ مرضی ہو  
 اسوالم کے بند و عد جتنے تھے  
 ضیا صبح کی پھیلی اطراف میں  
 شفق بھول کر رنگ لانی لگی  
 گھڑی ہر انگِ شمع بھی کیا اوس  
 ہوئی دلِ جلوں کے یہ غم میں تبا  
 تمام اس کی ترکی جزوِ کل ہوئی  
 ارجہ ہر طرف رنگِ صبح بہار

ہوائی سی چھٹنے لگی ماہ پر  
 ہوا جاتا ہی چھنرہ مہر سفید  
 پسینے پسینے تھا اس سے تمام  
 پسینے کو قطرے تھے وہ سب سر  
 کے فرقِ صبحِ طرب پر تیار  
 وہ شبنم کے قطرے بنے سب سر  
 بڑھائی قمر نے ہی اپنی دکان  
 خطِ کہکشانِ خطِ فرضی ہوا  
 ثبوتِ سحر کے ہوئے وہ سب  
 شبِ ہجر جا کر چھپی قاف میں  
 نئی آگ دل میں لگانے لگی  
 پتنگوں کے کچھ دھیرین آس پاس  
 کر اٹھنے لگا فرقِ ست و دواہ  
 سحر ہوتے ہی شمع بھی گل ہوئی  
 فلک پر کھلا ایک بیک لالہ زار

نمایاں ہوئے خوب اُٹا صبح  
 ہوا صبح صادق کا جدم یقین  
 کوئی شاخ گل کی طرح جھومتا  
 اٹھا کوئی سرگرم حمد و سپاس  
 اُٹھے شہر کے زاہد و حق پرست  
 شب ہجر سے ڈرنے والا  
 اُٹھے رہنشینان کوئے تہان  
 کسی کو کوئی گدگدانا اُٹھا  
 گجر صبح کا غل مچانے لگا  
 نہ جاگا پر اس پر بھی بختِ عدو  
 اذانوں کی آواز آنے لگی  
 ہوا جس گھڑی کم اذانوں کا شور  
 طیور آشیاں سے نکلنے لگے  
 سچ لالہ کو اُس دہون لگی  
 گل ہندام پیر پہننے لگے

جہان میں ہوا گرم باندہ صبح  
 تو بہتر سے اُٹھنے لگے نازنین  
 اُٹھا کوئی ساغر کا لب چوستا  
 کوئی نیند کی جھنک میں بہ جواس  
 اُٹھے رند میخانہ ساغر بدست  
 شب وصل پر مرنے والے اُٹھے  
 اُٹھے ساکنانِ وردستان  
 کوئی مینے جھپ کر بھاتا اُٹھا  
 جو سوتے ہیں اُن کو جگاتے لگا  
 بنا جا کے سبز لب آجیو  
 دعائے سرور شربانے لگی  
 اُٹھا دیر سے بید اُنوں کا شور  
 سمن بُور و شن پر ٹھٹھنے لگے  
 شفق رشک سے خون رونو لگی  
 پہی جھڑ بن مٹن کرتے لگے

یہ نگاہیں یوں پر نیم سحر  
 اڑتی پھرتی ہر آن گل کی شمیم  
 جو کھاتی ہے سرِ صبا کی حبیٹ  
 دیا ایہ نشوونے نے خطہ  
 کسے بھول غنچے چھٹکنے لگے  
 یہ شبِ بنمست تازہ ہیں خسارِ گل  
 یہ بزمِ پہ قلم سے ہیں چھائے ہوئے  
 ہر بے برگ گلِ حمد میں تر زبان  
 پیش ہے شبِ بنم جو وقتِ سحر  
 بو شامینِ گرین شوق میں جومِ کرم  
 ہر اک شے پہ چھایا ہے جو رنگِ نو  
 جو ہے آج گلشن میں خوش حال  
 عجب وقت ہے یہ عجب یہ سماں  
 سہماں سویرے سہماں فضا  
 کہیں نہ نہ زانِ طوطی خوش مقل

کہ آتے ہیں جھونکوں پر جھونکوں  
 کھلاتی ہے غنچوں کو مہجِ نسیم  
 جنونِ خیر ہے بونے گل کی لپٹ  
 ہر اک طفل غنچہ کو شیرِ سحر  
 چمن کے چمن ٹوٹنے لگے  
 کہ انجم ہوئے زیبِ ستارِ گل  
 کہ مغل یہ موتی بچھائے ہوئے  
 خدا نے بھرا موتیوں سے وہاں  
 ہوئے وجد میں آکے گریبانِ شہر  
 اٹھیں یار کی خاکِ پاچومِ کرم  
 ہے سکتے میں آئینہ تجو  
 فقط بختِ خواہیدہ پامال ہے  
 کہ حیرت کے عالم میں ہر آسمان  
 یہ مرغِ غن خوش نغمہ و خوش نغمہ  
 کہیں نہ کہ کشمیلِ حسنہ حال

اٹھی ہر طرف چھپوٹ کی صدا  
 وہ گلزار میں قمریانِ نغمہ زن  
 غص اپنی اپنی زبان میں طمبور  
 اُدھر کوڑیا لالہ بھی ہر رنگ کا  
 کھلا ہے وہ سبز پہیوں میں باغ  
 ہر اک رنگ کے خوبصورت لگین  
 یہ ہوتا ہے گردِ سحرِ عیان  
 وہ ظلمت کا سائے میں کچھ کچھ اثر  
 یہ دیکھا ہی تھا چشم اور اک نے  
 شہری شمعوں کے نیز حوٹے  
 شفق کے پھر ہرے اُڑی چرخ پر  
 لب جو تھا کہرے کا جو کہہ بہن  
 شمعوں کے جاروئے ایکیا  
 ہوئی انکس شبنم سے تر گل میں  
 ہو ختم پتھر کا واکا انتظام

فغانِ عناول نے باندھی ہوا  
 وہ صحرا میں فریادِ زراغ و زرعین  
 بین سرگرم تسبیح رب غفور  
 مستطیع زمین پر کھلا حبسِ کجا  
 ہوں دریا میں جس طرح رشوقِ چراغ  
 زمرہ کے تختے پہ دیکھے ہیں  
 کہ آفتاب کوئی بڑا کاروان  
 چھپا زیرِ دامنِ گریزِ حشر  
 پڑھی آیتِ فسخِ افلاک نے  
 ہر اول بڑے شکر صبح کے  
 شمعوں نے گاڑی علمہائے زر  
 پھلنے لگین اُس میں خپکا ریان  
 کیا صحنِ افلاک کو بے غبار  
 پھارین بھی کہرے کی گردِ لگین  
 ہوا صاف منطیلِ سحر کا تمام



سنبھری شمعون کا ملکر آجین  
 چمک کر دکھاتا ہے یہ صاف صاف  
 یہ نہروں میں عکس شفق کا نشان  
 شمعون کی پانی پہ چنگاریاں  
 درختوں کے سائے کا حوضیوں  
 کھڑے ہیں جموش اب شجر صفت  
 زمین و فلک پر یہ چھایا بادل  
 اٹھا کر طیور اپنے سر بار بار  
 کسی کو کوئی دیکھنے کے لئے  
 حیدروں کے جھڑ میں اک نازین  
 ادا شوخی و ناز کی ساتھی ہیں  
 غرور و کرم بے نیازی و ناز  
 نہ رندی نہ کچھ پارسائی سے کام  
 قضا و قدر اس کے خدمت گنوا  
 چپ و راست اس کے جلالِ جمال

کہ جو گھر کے قلبِ تابعدار  
 کہ آئینے کا ہر بستی خلاف  
 لگی آگ پانی میں اللہ کی شان  
 میں سطح بلورین پہ گلکاریاں  
 کہ شیشوں میں ڈھلے زمر و کھمل  
 کہ عالم ہے ستائے کا ہر طرف  
 کہ عاری ہوئے نطق سحرِ قال  
 کہ دیکھتے ہیں بعد انتظار  
 وہ جہان کا دریچے سے افلاک کے  
 لب جو ہوا کے مسند گزین  
 سحر آفتابہ لئے ماتھے میں  
 شب و روز انھیں سے اس ساز و با  
 اُسے رات دن خود نمائی سحر کا  
 سر اپا وہ نورِ حیدر اور نگار  
 اک اور نے صفت و بے مثال

یہ اشعار سب مل کر گانے لگے	مبارک سلامت کی ہر دہم دہا
وہ طائر سہراب چھپا ہونگے	یہ اشعار سب مل کر گانے لگے

## عزل

خدا یا تری تا خدائی رہے	دو عالم میں اس کی دُعا کی رہے
ترا نوز جنب رہے جلوہ گر	یہی اسکی جلوہ نمائی رہے
تو جنب شناسا رہے ذات کا	یہ آگاہِ خود آشنائی رہے
رہے تیری قدرت کا جنبِ عمل	یہی اس کی فرمان روائی رہے
رہے تو بری تا قیود اس سے	اسے بندِ غم سے رہائی رہے
ترا ناخنِ حکم جنب ہو سبز	یہی اس کی عقدہ کشائی رہے
ترا دُشمنیت رہے تامل بند	یہ چارہ گر مینوائی رہے
ترا جلوہ جنبِ محمد و دہو	یہی اس کے دل کی سمائی رہے
رہے دل جنب بقا سے تجھے	نہ اس کی ہماری جدائی رہے
رہے تا تجھے حُسن پر اپنے ناز	نثار اس پہ سار ہی خدائی رہے
سبھی جلے پر خالقِ مینِ ظہیر	طبیعت مری اس پہ آئی رہے
کوئی محو ہے گار رہے کوئی	وہ دل کی طسرح آ رہا ہے کوئی

ہوا آکے پابوس بامداد  
 تو مثل سحر نور افشان رہے  
 میں پہلے گیا کعبہ حنیہ کو  
 وہاں سے حضور خداوند تخت  
 ہوا حکم کیون ہیں یہ انکھیں پربت  
 لیا شوق سے اور پڑھ کر کھا  
 بہت تیز روادار ہے  
 نہیں عقل کل کو بھی کچھ ہم سہری  
 وہ بولا کہ اے شاہ ملک ویر  
 ہوا حرف زن یوں شبہ پاک دشت  
 وہی کرنا ہو جس میں اسکی خوشی  
 پسند آئی ہے اسکی عرضی مجھے  
 یہ فردہ تو پہنچا اسے زود تر  
 مگر کچھ دنوں مصلحت ہے یہی  
 سپاہ الم سے رہے ہوشیار

کہا اسے بہارِ ریاض طرب  
 ہمیشہ ہی شوکت و شان رہے  
 سنا خود بدولت کئی سیر کو  
 ہوا آکے حافر زہے سیر بخت  
 دیا اس نے اک خط بجا کر جواب  
 کہ اے پیکِ فرخندہ ہے ویر چا  
 بہت اپنے فن میں توشیار ہے  
 تجھی کو ہن زیر با پچھ نامہ بری  
 میں ہوں کمترین بندہ بی نظیر  
 ہیں دے ہیں اسے یہ صفاقت  
 کہ عاشقِ جودہ اور عشوق بھی  
 ہے دل سے قبول اسکی مرضی مجھے  
 میں اس کا ہوں یہ میرا گودہ نامور  
 رہے وہ مقامِ طرب میں ابھی  
 حفاظت کرے اسکی بل و نہار

<p>پہر آیا یہاں جب وہ بھیجے تجھے  یہ سنکر ہوا بحر شادی میں غرق  طراہ میں ایک کبیر روان  تو دیکھا کہ میری معاوت وزیر  اسی سمت آتا ہے مانند موج  اسے دیکھ کر شوق بے خستیا  یہ لنگر پہ غم کی چڑھائی ہو کیون  وہ آواز پہچان کر شوق کی  بنی تھی جو حالت و کمانی اُسے</p>	<p>کہ وصل اسکا تہ نظر ہے مجھے  قد مبوس ہو کر چلا مثل برق  یہ سوچا ذری دیر دم کون یہاں  لے ساتھ اپنے سیاہ کیش  پریشان جستہ مگر ساری فوج  پکارا کہ اوسرورِ نامدار  سفر کی مصیبت اوٹھائی ہو کیون  بڑھا اسب دوڑا کو یکبارگی  سنی اسکی۔ اپنی سُنائی اُسے</p>
---	---

### مجاہدات

<p>پلا اب توئے ساقی ذی کرم  اٹھا ساغرِ طبیعت سنبھال  وہ مے ہو جو دکھلائی اپنی بھار  ہے کچھ دہوپ کا عکس کھسار پر  نرمی اوشبہ کی دہوپ کے نرنگی</p>	<p>کہ گھیرے ہو ڈھلے سپاہِ الم  مجھے درطہ بحرِ غم سے نکال  اُڑوں صورتِ بوڑھل اکبی بار  شعائیں چمکتی ہیں اشجار پر  ہوا بھی ذری گرم ہونے لگی</p>
--	---

پرندے زمین پر اترنے لگے  
 اڑے کھول کر قاز و سرخاب پر  
 وہ کھیتوں میں چرایاں بھی لگائیں  
 ہوا پھر وہی کار و بار جہان  
 ہوا میں ابھی تک نہیں کچھ بچا  
 مگر شہر میں یہ نہیں آتا اب  
 بلندی پہ کچھ دھوپ آنے لگی  
 منڈیروں پہ کچھ کچھ جھلنے لگی  
 غرض چاکِ حبیب سحر بڑھ گیا  
 ہزاروں جوانانِ لشکر شکن  
 وہ ہیں چھوڑ کر وہ سب بابِ بزم  
 یکایک کھڑے ہو گئے وہ دین  
 ادھر لوگ کچھ چڑھ کے مینار پر  
 چلتے ہوئے خود تیغ و تفتک  
 وہ زہین چلتی ہوئیں دور سے

برن گھل کے جنگل میں چڑھ گئے  
 گرے مرغِ آبی وہ تالاب پر  
 وہ چن چن کو دانے اٹھاؤ لگیں  
 ہوئے لوگ مصروفِ کارِ جہان  
 رطوبت لگی اڑنے بن کر کنار  
 کہ ٹیلوں کی ہے اوٹ میں آفتاب  
 وہ کھسوں پہ سونا چڑھانے لگی  
 اتر کر وہ در پر چکنے لگی  
 قریب آدھ گھنٹے کو دن چڑھ گیا  
 وہ ہیں دامنِ کوہ میں خمیہ زن  
 چلے ہیں کسی سمت کو بھر رزم  
 کسی نے ابھی اونکو دیکھا نہیں  
 نظر کرتے ہیں دشت و کہسار پر  
 پھر ان پر سہری شعاعوں کا رنگ  
 کہ گویا بنی تحسین وہ بلور سے

خوشی کے چہرے پر تراؤں ہو  
 وہ کھوڑے کہنوتی بدلتے ہو  
 سواروں کی بزم ہر سی پر گاہ  
 ارکے پھر وہ کچھ دور کب سے  
 وہ کہتا ہے ٹھہر دین آس پاس  
 اسے توڑنا ہے بیت کا تخت  
 مقام طرب خلد منزل ہے یہ  
 حیات ابد اس میں اک باغ  
 ہے قہر اس میں اک عیش جاوید  
 اسی غم میں ہر میری حالت تباہ  
 مگر ماتھے آنا بھی دشوار ہے  
 اور ہر جا میں تو ہو گی بیشکست  
 مگر ایک تدبیر آسان ہے  
 ہمارا تمہارا دمان کیا گزر  
 کرین اہل قلعہ کو محصور ہم

اشاروں میں رگ رگ کر چلی ہو  
 کہ لٹھنے نہ پاسے کہیں گرور  
 مخاطب بدست اپنے سردار  
 کہ بہت مضبوط باب پاس  
 کہ یہ شہر ہے شاد کا پایہ تخت  
 دیا رنجیت کا حاصل ہے یہ  
 مرے دل کو اس باغ کا داغ  
 انھیں دو تو اسے نقطہ جنگ  
 کہ تھی شاہ ملعون کی یہ سگاہ  
 کہ چاروں طرف اسے کب سے  
 کہ ہے گھائیوں پر بڑا بندوبست  
 کہ صحر اوشٹ میں سلطان ہے  
 کہ اس جافر شتون کی جلتے ہیں  
 رسد سے کوین ان کو مجبور ہم

در قلعہ پر چل کے ہوں جاگیر  
 یہ جیب آب و دانہ ہوں ناصب  
 او ہر آئے جو شاہ بھی تھیر میں  
 جہ بہ جائے وہ ہو او ہر سدا راہ  
 سنی سب نے یہ گفتگوئی عجیب  
 وہ شور و جواس طرح کرنے لگے  
 احرے ہی پہنچے در قلعہ پر  
 وہ پہنچے ہی تھے در پہ منہ دور  
 بھیر کرین چمکتی ہیں کس پس پر  
 سوار آتے ہیں کچھ او ہر رتق با  
 صفائی میں آئے تیغ و تفنگ  
 وہ بجلی سے کچھ کم چمکتی نہیں  
 یکایک قریب آگئے وہ سوار  
 ہوئی فوج قلعہ کو یہ آگئی  
 بڑ ہی آتی ہے دم بدم بیشتر  
 مقابل ہو کوئی تو بر تائین تیر  
 ظفر ہوگی ہم کو میسر سرور  
 تو جانے نہ دین ہم آستہرین  
 رہے ستم اس پہ اپنی سپاہ  
 کہتا اس منار کے وادی قریب  
 بھگت گھبرا کے فوراً اترنے لگے  
 کرین قلعہ بانوں کو تا یہ خبر  
 نظر آئی کچھ روشنی دور  
 ٹھرتی نہیں اب تو مطلق نظر  
 سراپا ہیں فولاد و آہن میں غرق  
 پھراؤن پر شمعوں کی شوقی کا رنگ  
 وہ آنکھیں نہیں جو جھپکتی نہیں  
 مقابل ہوئے پاسبان حصار  
 کہ فوج عیدان قریب آگئی  
 پہنچتی ہے دم میں در قلعہ پر

نظر آتے ہیں اُن کے بے طور جنگ  
 زمین اُسکی آواز سے ہل گئی  
 دیا حکم وقفہ نہ نہ ہمارا ہو  
 یہ سن کر دیران و مردان کا  
 نکل کر در قلعہ سے ناگہان  
 پسین ہر طرف سے یہ تو پتے تنگ  
 مقرر کی کوئی راہ نکلتا نہ تھا  
 بہت اڑ گئے گر گئے سیکڑوں  
 مگر جوش میں آکے بڑبڑتے کئے  
 بہت قلعہ سے شعلہ باری ہوئی  
 کشاکش کے قلب و جگر بل گئے  
 نہ باقی رہی کوئی ترتیب جنگ  
 حفاظت کو نکلے ہیں جو شہر کی  
 پہنچتی گئی جن کو جن کو خبر  
 ہوئے آگ غصے میں اہل تیز

اسی دم بجا قلعہ میں کوس جنگ  
 سزاں سپہ کو جنب مل گئی  
 اسی وقت سب فوج تیار ہو  
 زرہ پوش ہو کر سپہ کا زرار  
 ہوئے فوج دشمن پہ حملہ کرنا  
 شب نامور تیرہ تہا میدان جنگ  
 کسی سمت کچھ دیکھنا نہ تھا  
 اوہرت اوہر پہر کے یکر وں  
 وہ سب موت کے منہ پہ چڑھتے گئے  
 نہ کوئی سپہ پر سرار رہی ہوئی  
 لڑائی میں آخر وہ یوں مل گئے  
 ہو میں بار بار اس وقت تو پتے تنگ  
 بہت کم بین تعداد میں یہ بھی  
 ہوئے جنگ جو آکے بیرون در  
 ہوا گرم ہنگامہ رستخیز



سر دوسینہ پہلو سے اہل جنگ  
 بیت دیر تک تیر برسا کے  
 ہوئے دونوں بجایے کز کش تہی  
 اثر سے مرغ جان کچھ پر تیر سے  
 چلی نینغ تو پشت زین پر رُکی  
 جانی سز تن میں ہوئے لگی  
 نکالے ہوئے اپنی سوکھی زبان  
 روان ہوئی جان کھونے لگی  
 ادھر وار پر وار پہلنے لگے  
 سپر کو جو کاٹا تو سر پر گئی  
 چلی المضاعف دم کارزار  
 جو غصے میں آکر اپنے لگی  
 شاید یہاں تک مدد کا نشان  
 چمک کر چلی وہ شرارت بھری  
 گری صورت مست وہ جس طرف

ہوئے وقف گزروں سانخ خدا نک  
 لگے آپ خنجر کو ترسا کے  
 ہوئی ختم بارش بھی ب تیر کی  
 بہت بچھل گرے شاخ شمشیر سے  
 جو اُس کو بھی کاٹا زمین پر رُکی  
 لہو سوگ دشمن میں رونے لگی  
 چلی خون پیئے سوئے دشمنان  
 لکھ لکھ کے رک رک کے روئے لگی  
 شریر اس کے منہ سے نکلتے  
 جو منہ پر چڑھا اسکو دو گئی  
 کیا دو پیادوں کو را کی کھ پیا  
 لہو منہ سے آخر اگلنے لگی  
 ہوئی چشم جو ہر سے خود خون نشان  
 کسی وقت شعلہ کسی دم پری  
 ہوئی مصیبت جہلم فنافس کی کھ

چلی یہ تو سُنھ سب کے پھر نہ لگے  
 ہوئی اترہ جو پیتے پیتے لہو  
 ہوئی محض بیکار شمشیر تیز  
 چٹا حق کی آواز آنے لگی  
 پڑی جس پہ اک ضرب اہل کین  
 ہوئے دست و پاس کے بوجھتیا  
 نہ عاج سبے جوشن نہ مانع زہ  
 اوہر کے ہزاروں ایل اچھند  
 بہت دیر بعد حشر برپا رہا  
 بنین ہوئی معلوم فتح و شکست  
 اٹھا ہے یہ کیسا وہ گہرا غبار  
 بہت غور سے دیکھتے ہیں مگر  
 قریب آتے آتے ہو اکم غبار  
 فیصلو جتنے میں اک ہونہند  
 کہ اسے نوجوانان و مردان کلا

غمِ نخلِ مستی کے گرنے لگے  
 کئے قطع نخلِ حیاتِ مدد  
 اُسے گرز برپا ہوئی رستیخز  
 سپر ہر طرف سُنھ کی کسان لگی  
 اُسی جا ہوا گر کے نقشِ زمین  
 گرے گرزِ زینے لے ایک باہ  
 سنان کھولتی ہر دلوں کی غم  
 کئے اہل و ثر نے اسیر کسند  
 جو نیرے بھی نوٹے تو اب کیا رہا  
 یہ بین اہلِ قلعہ بہت چہرہ دست  
 مخاطب ہیں و دونوں طرف سے سوار  
 نہیں آتا جز تیرگی کچھ نظر  
 نظر آئے اس میں علم بے شمار  
 چکارا یکا یک بہ بانگِ بلند  
 وہ آتی ہے فوجِ لعین ہوشیار

لعین ابن ملعون کا سن سکے نام  
 صد آئی برجون سے یہ ابکی با  
 خبردار ٹھہرو نہ میدان  
 متہین اس گھڑی ہر خطیفہ  
 ہوئے نعرہ زن وہ بلان جری  
 بین مارینگ اور مرجائیں گے  
 قریب آگئی اب وہ فوج لعین  
 وہی تازہ دم لشکر نابکار  
 گھر ہر طرف سے یہ مردان جنگ  
 اٹھائے ہیں دستِ دعا جنگ جو  
 یہ معلوم ہوتا ہے سب اہل دین  
 اوہر کا ہر اول ہے کفران جنگ  
 اگر خیر مطلوب ہو جان گی  
 چونکہ کشمکش میں یہ نہر بر زبان  
 تو کیا ہے تماشا ملعون بھی

وہ مردود کیجا ہوئے پھر تمام  
 کہ اسے پہلوانانِ عالی وقار  
 نہیں گھر گئے ان کی آن میں  
 چلے آؤ اب قلعہ میں بے خطر  
 کہ تاحشر بہہ تو نہ ہوگا کبھی  
 نہ قلعہ میں پھر بھاگ کر جائیں گے  
 ہوئے اہلِ دژ سخت اندوین  
 ہوا حملہ آویہین و یسار  
 ہوا اہلِ دژ پر بیتِ وقت تنگ  
 کہ یارب ترے ہاتھ ہی آبرو  
 کوئی دم میں ہوں نہ دشمن  
 بڑھا اور کہنے لگا بید رنگ  
 ہمارے حوالے کر دو نہ بھی  
 پکارے کہ او مردکِ بد زبان  
 نہیں دیکھ سکتا سوے دیکھی

منارے پر اک شخص نالودھین  
 ہوا دیکھ کر سوئے در بے قرار  
 ہے استادہ جس پر یہ فیروز  
 چکار کوئی دور سے بید رنگ  
 وہ ہوا فضیلون پہ ہے جو سپا  
 اشر کر چلے وہ نبرد آزما  
 ابھی رستے ہی مین مین نیلدا  
 چکارا وہین خان تقدیر جنگ  
 کہ ہمارا شاہنشاہ شہنشاہ  
 یہ سکر دیران جنگی سوار  
 پس پشت دشمن تہو یہ اہل جنگ  
 گئے تیری سمت اہل لک  
 ہوا فوج دشمن کا قتل عام  
 اہل جمنی دوڑ دوڑی سگری  
 لعین آہن ملعون بھی مارا گیا

کھڑا ہے لگائے ہوئے دو مین  
 سقر ہے یہ پہلوان قلعہ دار  
 ہے نام اس منار کا بخت بلند  
 کہ تہلا تو کچھ خان تقدیر جنگ  
 لک کے لئے جا اس وقت آہ  
 جو باہر تھے اُن کا بڑھا حوصلہ  
 اٹھا پشت فوج عدو سے غبار  
 کرو عرصہ زلیست دشمن تنگ  
 وہ آتا ہے میر سعادت یوگر  
 عدو پر گرے ٹوٹ کر برقی ا  
 ہوا حکم برساو تیر و تنگ  
 لعینوں ملتی بہتین راہ تک  
 کہ کشتوں کے پشتے لگے ہن نام  
 کہ مین دوڑتے دوڑتے مگر  
 در کفران کا سر اتارا گیا

یہہ دیکھا تو لی سب نے راؤ ناز	تعاقب کنان جاہن بشمار
ظفر یاب ہو کر پہرہ وہ وزیر	ہوا دست بوس شہ فیض طیسر
سراں سپہ سبت تائیں کنان	کہ ہو فتح سلطان کی ہمنان
یہ سن کر یہہ بولا شہ فیض طیسر	مجھے لانے جدم گیا تھا وزیر
مین ایں وقت وحشت کی عالم میں تھا	غم یار سے کچھ عجب غم میں تھا
دین آگیا شوق میرا شیر	سنا یا یہ فرمان مہریر
خبردار اس میں نہ غفلت کرو	مقام طرب کی حفاظت کرو
اسی وقت میرا سعادت کے ساتھ	روانہ ہوا شان و شوکت کے ساتھ
پہنچ کر بے غفل خدا وقت پر	کیا فوج اشرا کو فی القصر
غرض سب مقاصد جو حال ہوئے	مقام طرب میں وہ داخل ہوئے
مست کی گھر گھر ہوئی وہ ہونہار	ہوئے محو عیش و طرب خاص عام

### حملہ ملعون

پلا بادہ ساتی اٹھا رسم شرم	کہ ہو حسب خواہش مری طبع گرم
دے جا مجھے جام نوید رنگ	تو پھر دیکھ میری طبیعت کارنگ
مخالف ہستی میں جو روزگار	بطے کی صورت ہو وہ بھی

چھپے غار میں گرگ دیو زوہلنگ  
 دھمکین چوٹیاں بڑے سر پر  
 کھلے پہل گنبد کے وہ زور  
 وہ گل مہندی پھولی کھلے کلفنگ  
 وہ نیلم کے ساغرے کا سنی  
 وہ گوبھی کے پتے اڑنے لگے  
 انارون میں کلیان بھی بولین  
 بنی سیب امرود پنے لگے  
 دوپک کر شیرنے ہی سبک لگے  
 لدی ہین درختوں میں نارنگیان  
 نزار میٹکتے ہین کیا لال لال  
 غضب عشق بچاں کا شاخون میل  
 تراشے ہین قدرت نے کیا میال  
 وہ کچھ پھول سرسوں میں نے لگے  
 کہین چھوٹے چھوٹے وہ چیری پہل

کہ بدلا ہے قدر سو سم کارنگ  
 کہ چاندی چٹائی ہے کہ سا پر  
 جلی اتنی ہر کیا ہوا ستر و سفر  
 چمکتا ہوا وہ نہر آسے کارنگ  
 وہ سورج کی ہم شکل سورج کھی  
 بتا شے بھی دو پار پڑنے لگے  
 وہ کیلون کی پھلیان بھی گد گدین  
 وہ شاخون میں کوئے چکنے لگے  
 ٹپک پڑتے ہین جو ذرا لگے  
 پھٹی پڑتی ہین بوجھ ڈالیاں  
 جڑے ہین زمرہ کو جھاڑو نہیں لال  
 وہ نازک وہ باریک شی کی بیل  
 کرن پھول یا قوت کو لال لال  
 ذرا کہیت جو بن دکھا نہ لگے  
 کہین اوسے اودوہ لسی پھول

نظر آتی ہر صبح رستِ انام  
 ہوا جب اڑاتی ہر جنگل کی ریت  
 عمانے کا چلتا نہیں زورِ پوش  
 رضائی میں چپ کر جو لیٹے ہیں لج  
 تھا جن جن کو نازک مزاجی لاف  
 بغل میں کوئی دلبر گلزار  
 نہیں اور جاڑے کا چارہ کوئی  
 ہم آغوشِ لب ہے جو شام سے  
 توجہ عاشق کہ جن کا نفس شعلہ بار  
 گرمی برف ٹھہری جو ٹھنڈی ہوا  
 دمِ صبح ہر زورِ سردی کا اور  
 دہری ہیں وہ شیشونگی گٹر حسین  
 پلاتا ہے بھج بھج کے ساقی ایام  
 کوئی مست ہر کوئی مخمور ہے  
 چلی زور سے کیا ہوا رات کو

زمرہ کی چھڑیوں پنہلم کی شام  
 تو کیا لہلہاتے ہیں گہو بکھیت  
 ہر سردی کے آگے دو لابی ہی بیچ  
 گلوند سے لپٹے ہیں آج  
 بین لاد ہو جو وہ بھی بھاری لحاف  
 کہ سردی میں ہر بل سی کی بہا  
 اسے روئی کھوتی ہر بسنِ بادلی  
 اسی کی گذرتی ہے آرام سے  
 اٹھیں یار کی سرد مہر سی بار  
 رگون میں لہو اب تو جمنے لگا۔  
 جدہ دیکھو ہی جائے دھوکا دور  
 کسی میں برا بھلا کی کہیں شام میں  
 ہوا آتش تر سے روشن دماغ  
 کوئی نشہ عشق میں چور ہے  
 قیامت کا پالا پڑا رات کو

دوشالے دکھاتے ہیں کیا کیا ہیں  
 جو کہتے تھے اپنی کو آتش مزاج  
 گھبرے تھے جو گرمی کا اندھیرا  
 وہ گل جن دھلکے کی لعل تھی بار  
 قبا تھی گران جن پہ تنزیب کی  
 کہیں کمرے میں تابتی چرین حسین  
 وہ رنگین کپڑے چکے ہوئے  
 نہیں بجاتی مطلق درختوں کی چھاؤں  
 نہیں چھینٹ سی خالی کوئی دکان  
 نزاکت بھری لکھنؤ کی وہ فرد  
 غرض سب کے لب پر ہر سوزی کا ذکر  
 فقیرانہ کٹل میں بیٹھا ہر مست  
 روانے نگارین ہر لطف محبوب  
 جو بھر ہے سینہ تو دم شعلہ بار  
 لگائے ہوئے سوزِ دل کا الاؤ

کوئی شال اوڑھے کوئی جامدہ ادا  
 چڑھائی ہیں دستا ہاتھوں پہنچ  
 پڑے پائتا بون کے اب پھر نہیں  
 نہیں آج کٹل سے بھی ان کو عا  
 پہنتے ہیں اب کوٹ۔ اچن ہی  
 کوئی ہاتھ ہی سنیکتا ہی کہیں  
 انگلیٹھی میں کوئلے دھکتے ہوئے  
 ہوا میں ٹھٹھرتے ہیں اب ہاتھ پاؤں  
 اترتے ہیں بات پھلوں کے تھان  
 کہیں سنج و سبر اور کہیں زرد زرد  
 مگر فضل حق سی یہاں کیا ہر فکر  
 پیالے چڑھاتا ہے جام الست  
 رضائی کی جا ہے رہا جیب  
 ہیں انکارے درغ غم عشق یا  
 فقیر اپنی سوچوں کو دیتا ہے تاؤ



قریباً ٹھہرنے کے پہونچے مگر  
 یہ معلوم ہونا ہی ہے وقتِ تمام  
 یہہ لو جھٹ گیا آن کی آن میں  
 نظر آتے ہیں جتنے تالابِ خام  
 شیرینیں یہ بھی کپڑا اگر  
 وہ پانی پہ کالی بھی جمنے لگی  
 وہ ندی کا زردون پہ بہنا نہیں  
 سون چتے لہکے چتے سبز  
 کلنگ اور سُرخاب باندھیں قطا  
 کنارِ کناری وہ بگلوں کی صف  
 برابر جو بیٹھے صفیں باندھ کر  
 پئے سیراب لوگ جانے لگے  
 یکایک اٹھا دشت سر وہ غبا  
 ذری دیر گزری ہے اس کو بھی  
 یہہ دیکھا جو سب تو پھر زود تر

ابھی تک نہیں آتا سوج نظر  
 قیامت کا چھایا ہے گہرا تمام  
 نکلنے لگے لوگ میدان میں  
 وہ اوڑھے ہیں کھنسی کی چادرِ تمام  
 ننگھاؤں کے تون دھاکو میں سر  
 وہ کچھہ دھار دریا کی تھمنے لگی  
 وہ پانی بھی جھیلوں کا سیلا نہیں  
 پے آئے کہسا کو چھوڑ کر  
 کب آئے جھیلوں پہ وہ شیا  
 حوالے ممولے بطین ہر طرف  
 کچھیں جدولین صفی آب پر  
 شکاری بھی جھیلوں پہ آئے لگے  
 ہوئے لوگ حیرت زدہ ایکبا  
 نظر آئی کچھہ فوج اشعار کی  
 چلے جانبِ شمس سب چھوڑ کر

پہنچتے ہی قلعہ میں برناؤ پیر  
 سنی اس جس دم یہ لڑتی خبر  
 دعا دی کہ اسے شاہ فرزند نہت  
 سنا ہے کوئی لشکر جنگ جو  
 یہ معلوم ہوتا ہے ملعون شاہ  
 سنا یہ تو وہ شاہ فیروز جب  
 لعین اور کفران حبیب ہم  
 نہ تھا تو بھی قلعہ میں خوش صفا  
 اب اس وقت جو مصلحت ہوئی  
 کہا اس نے اسے سرور سردار  
 جو آتے ہیں آئے انہیں کیجے  
 بنین تو یہ خدشہ رہے گام  
 تر و نہ زخماں کچھ کیجے  
 کہ سر کردہ فوج شیخ جلال  
 ہے اک اور تدبیر جس حضور

گئے پیش میر سعادت وزیر  
 تو پہنچا حضور شاہ داد گز  
 رہے تا ابد تیرا یہ ہم دوست  
 ہے گہیری ہوئے شہر کو چار سو  
 خود آیا ادھر لے کے اپنی سپاہ  
 ہوا یوں سخن سنج از روی قہر  
 تھے اس وقت صحر اوحشت میں  
 مگر کھلی اللہ نے اپنی بات  
 اسی کو سمجھہ عین مضی می  
 ہے قلعہ میں اب لشکر بیکران  
 ابھی سے نہ غم نہ غنا کیجے  
 پڑے روزاک جنگ تازہ سیکام  
 مگر حکم اس وقت یہہ دیکھے  
 رہے ہر دم آمادہ بہر جدال  
 نہ باقی رہے کوئی اہل غرور

بزمین جبے ہارے کرتیغ و تنگ  
 گھیر گے تو ہون گے وہ اک دم تہمت  
 کوہ چارون جانب حملہ پنا  
 طلسمی بہت ہر اک راوین  
 غضب الی ومان آگے شعلہ  
 غرض را آٹھری مناسب ہی  
 کہا شاہ نے پھیرے دستورے  
 جدائی سے گو اس کی مڑا ہونین  
 مقام طرب میں خدا کی قسم  
 یہی جی میں آتا ہر اب آ وزیر  
 تجھے سوئی جاؤں یہ ملک پنا  
 سنایا تو بولادہ وانا وزیر  
 ابھی آپ چند ہی اسی جاہ میں  
 خدا پاست تو جلد یکسو ہو جنگ  
 کہ سب تہ بھر اطاعت مام

انھیں کر لین حلقہ پرید و جان  
 ابھی تریہ خفیہ رہی بند و بست  
 نہ باقی رہی ایک بھی کینہ خواہ  
 ہو بجا گین گرین سب سہی حادین  
 اسٹی میں جلدین خوب یہ برین  
 کسی کو نہ اس کی بولی آگہی  
 کہ واقف ہو تو در و دل سے  
 مکر و مصیبت کے بہرہ ہونین  
 بنین چین دل کو مہ کوئی دم  
 روانہ ہوں میں ستم بہر منیر  
 رہے رات دن تو بصد تو جانا  
 کہ کچھ یاد ہے حکم مہر منیر  
 جدائی کا غم اور کچھ دن سہین  
 روانہ ہوں پھر اب دوسرے جنگ  
 حضور میں حاضر رہی یہ غلام

غرض کیا مجھے عیش و آرام سے	مجھے عشق ہر آپس کا نام سے
نہ چھوڑی رفاقت کبھی آپ کی	رہا ساتھ صحرا و دشت میں بھی
فراغت جو اس جنگ ہو نصیب	چلین دو نون سو دریاں حبیب
جو یہ عالم بہ پہلے یہ کیجئے	اجازت وہاں سے مگالیجئے
اُدھر کی طلب پہلے ورکا رہا	کہ سبب ان جانانی شواہد
مجھے سن کر ہوا خوش شبہ ظہیر	کہ بنی تھی کست پہ آؤ زہر
اٹھا کروہن خامہ اشتیاق	یہ کی منجھ غم پہ شرح فراق

### استعانت

میری روح و سفاک نگین غدا	گلستان زخمِ جگر کی بہار
رخِ رشک گل کا ہر دستہ دوز	سماتا نہیں اب گردل میں شوق
یہ رنگِ طبیعت یہ جوشِ فراق	تمہاری گلے ملنے کا اشتیاق
کہنیں اور ہی گل کھلاؤ نہ اب	کہ مٹی میں امید مل جا سب
کہان تک ٹھاؤ نہیں یہ بارِ غم	کہان تک ہوں تجھے مشتاق الم
میں ہوں جان کنی میں کالوچ	تم اگر گلے سے لگا لو سب مجھے
کے گزری عشق نے ہوشِ غم	ہوا اپنے دامن کی ودا کے غم

<p>             لگاؤن میں کیا کیا تمنا کی پہلو              تمھاری جدائی نے مارا مجھے              مرے بعد تشریف لا تو کیا              بہارِ گلستانِ عمرِ عزیز              یہ دن اور راتیں کہاں پہنچیں              تو پھر کیا ضرورت نہ تو کچھ خبر              کسی کو مگر خوش تو کر جاؤں گا              مگر تم کو ناراض میں کیوں کروں              لیون پر دم مضطرب آگیا              رہ آندو شد بتاؤ مجھے              کسی کو کسی پر ہے کیا اختیار              عدو پر نہ اے محبت کا جمال              یہ ہر وقت کا رخ و رحمت کہاں              مبارک تمھیں باغِ نبی کی سیر              تو پھر کیا تمھیں تھے مری دوست           </p>	<p>             کہو تم مرے گہر جو آنا قبول              نہیں اب تحمل کا یا مارا مجھے              گئی جان جہدم تم آئے تو کیا              جوانی کو کہتے ہیں اہلِ متین              فلاں جوانی میں تم اچھب              مرے مری جان سے خوش ہو              بلا سے میں سچی گز جاؤں گا              بلا سے تمھاری جیون یا مروں              اٹھائے وہ صدرے کہ گہرا گیا              بنے جس طرح اب بلاؤں مجھے              اگر میرے ملنے سے ہو تم کو عیا              دے ہے یہی خالقِ ذوالجلال              مرے بعد پھر تم کو نفرت کہاں              نہیں ہرج و مرج و اند میرے بغیر              جو تم سا بناتا مجھے کردگار           </p>
--	--

<p>             سرے غم کا سامنی الم کا رفیق              کرو دشمنوں نہ اب درگزر              طلسم نصیبت میں ڈالو انھیں              تو اب تک نہ ہو تا یہ رو بد دل              دعا پر مین کر تا ہوں اب ہمت              مین جب تک خزان کی کب قند              سلامت رہو باغ امکان میں ہم              پھر آنا انھیں پاؤں پر خوش صفت           </p>	<p>             تھارے کو اب شفیق              سرے حال کی ہر زمین اجے              مقام طرب کا انھیں              سری خستہ یاری جو ہوتی اہل              کرو تم وہی جس میں خوش ہوا              مین جب تک کہ گلشن میں تادو              رہو چلتے پھر گلستان میں ہم              کہی شوق سحر کے نایب بات           </p>
--	---

### تایید و نصرت

<p>             کہ ہو یا ر تا یہ پروردگار              کہ قایم رہوں صورت محض ذات              کو کما حکم نصرت خطہ جام مین              گھسنے لگی برف کہسار پر              ہو ابھی نہ ہی تیر چلنے لگی              ہوئے خوف بد میں اب خداون           </p>	<p>             پلا سا قیاسا غلطف یار              پلائے قیودات سحر کی کات              کہرا ہوں مین لبوہ اولم              قریب آتی جاتی ہر اب رو پھر              صد اہستہ یوں بے شک لگی              قریب لگی وہ درختوں پہاؤں           </p>
--	---

وہ پانی پہ گرنے لگے جانور  
 نظر پانی پر تلسلانے لگی  
 وہ منڈلا رہے ہیں مگر کچھ غن  
 وہ اٹتے ہیں تالون پہ بھی کچھ پیو  
 وہ پی پی کے پانی بچنے لگے  
 تو کیا کیا کالیلون پہ ہیں جانور  
 وہ تکتے رہے سایہ اشجار کا  
 کہ فرصت ملی دوپھر ہو گئی  
 بین ڈوبے لڑائی کو سامان میں  
 کچھ چارون میں کیا گونج اٹھی صا  
 ترالی میں بادل گر جتے رہے  
 فراہم ہوا شکر بیکران  
 کہ شاید ابھی اور آمین شیر  
 لکڑی شاہ ملعون کو جوش ہے  
 وہ قلعہ کی چارون طرف چھا

چرالی سے چھنے لگے جانور  
 وہ ہر لہر کبیلی دکھانے لگی  
 بہت صاف، گوسپہر کہیں  
 درختوں پہ بیٹھے ہیں کچھ دور دور  
 سہرن اور پستیل کھنکھنے لگے  
 ہوئے آب شیریں جو بہہ ور  
 جو ٹھکون پہ مزدور تھے جا بجا  
 سب بارہ سب کو جنب ہو گئی  
 مگر وہ پڑے ہیں جو میدان میں  
 یکایک یہہ بولبل جنگی جبا  
 کئی روز نقارے بجتے رہے  
 بین تین تین یونہیں طیاران  
 ہر دوہو کے میں میر عادت غیر  
 اسی وہ دانستہ خاموش ہے  
 اوہر جتنے افسر تھے سب آ

بڑی کبر جنگ اور آغا ہوا  
 پکارا یہ ملعون از رو کین  
 کرو کو ششین آج میلہ میں  
 اوہر سے کسک شہر با خدا  
 جو یہ دونوں لشکر صف آرا ہو  
 ہوئی جنگ مغلوبہ وقت شام  
 یونہی جنگ مغلوبہ ہوئی تھی  
 کٹے تین دن اور اسی نگہ سے  
 اٹھا ہے وہ میر سعادت نیر  
 وہ ملعون مرد و درت حلیل  
 اگر حکم پائین لب شاہ سے  
 ابھی چاشت ہے اور آغا جنگ  
 جوڑتی ہر اس وقت فوج تلیل  
 ہٹیں گے جو یہ مار کھاتے ہو  
 جو بہ جا میں کیجا وہ مانند فوج

مختص جان جو میں اس لڑیا  
 ہے لینا سبھ انتقام لعین  
 مرد قتل این سب کو اک آن میں  
 بڑی میر تسلیم و تیغ الرضا  
 بہم مارا اور نور یک جا ہو  
 نہ نکلا نکرا اس شڑائی سے کام  
 اجل نخت ملعون کو روتی رہی  
 فریقین گھبرا گئے جنگ سے  
 یہ کہتا ہے یہ خسرو منظر  
 سبھ تبت جو یہ جماعت قلیل  
 نکل آئیں فوجیں کین گاہ سے  
 پہنچ جائیں کے دن وصال بدست  
 جی آئی جی جی جی تانفیل  
 چلے آئیں گرد و باسے ہوئے  
 نکل کر اٹھیں گیسرے اپنی فوج



یہ پہونچا دی مجھ نے سب کے خبر  
 نظر آئے سور و ملح سے فزون  
 زمین پر قیامت ہوئی آشکار  
 مگر فوج ملعون ہوئی سخت کوش  
 کہ چہرون پہ ڈالے ہوئے نقاب  
 یہ دیکھا تو خائف ہو اہل کین  
 تو بھاگے وہ سب دم رہا ہوئے  
 ہوئے ساتھ ماحول کی آواز  
 طلسم مصیبت میں جا کر گرے  
 وہیں ہو گئیں ہڈیاں جل کر خاک  
 فقط رہ گیا نام اللہ کا  
 کہ لے کہاں یہ قدسی خصال

اسیم بکیم شہ نامور  
 گویا جس گھڑی و کمال زبون  
 ملے جب یہ شکر شہنا  
 کس کیلئے باقی رہا تن کا ہوش  
 کہ اتنے میں اک لشکر بے حساب  
 ہوا اہل قلعہ کہ اگر حسین  
 بڑے یہ جاگین اٹھا کر جو  
 ریا اور کبر و غضب  
 ہزار سی لڑائی سے زندہ بچے  
 کہ سب اس میں جو بول دردناک  
 نشان بھی ملا پسند نہ بدخواہ کا  
 لڑ شاہ کو ہے یہ حیرت کمال

### طریقہ

کہ سخن الی ربنا را عنون  
 کہ صحبت و انیت خیر است

چکا دے اب اساقی ذوقین  
 نہ چھوٹا کبھی جام سے آج تک

دسے جاتو باغ کہ تیرے بغیر  
 وٹھلاؤن سنہری ہوئی سطح  
 دکھاتے ہیں چوٹی وہ زترین کھجور  
 چلے سوئے مے خانہ آزاد رند  
 شمعوں کے ٹیلوں پہ مین کچہ نشا  
 وہ ضرور سٹرکوں سے آنے لگے  
 کچھا سرنج پر وہ وہ افلاک پر  
 وہ جو لکے ابرہین دور تک  
 شفق پہول کریمہ ہوئی خون نشا  
 ہوا ہر طرف اک سکوت آشکا  
 جو تھوڑی سی آتی تھی بدلی نظر  
 ہوا جھٹ پٹا وقت بدلا سمان  
 ہنیں بدلیوں میں بھی ابے چمک  
 فلک روشنی دیکھی کھونے لگا  
 درخت اپنے چہرے چھپا کر لگے

ہے ویرانہ مجھ کو حرم ہو کہ ویر  
 پہاڑوں میں چھپنے لگا آفتاب  
 گیا بھاگ کر سایہ ٹاڑوں کا دور  
 لگے ڈھونڈنے آشیہا پرند  
 چلے گاؤں کو لے کر گلے شبان  
 سہرا کو مسافر بھی جانے لگے  
 ہنیں آفتاب زرد سو بج نظر  
 ہر آن میں بھی یاقوت کی جھمک  
 بناء منہ قست لکھ آسمان  
 ہوا کم ہوئی ٹھہری دریا کی با  
 وہ سوئے کا پتھر بنی سب  
 لگا کھونے جمع شب آسمان  
 بنا گند سنگ موتے فلک  
 اندھیرا سا باغوں میں ہو لگا  
 بخارات وریا پہ چھپانے لگے

اندھیرا ہوا خوب ہر راہ میں  
 اتر کر سوار سی وہ اک جوان  
 قریب کے اپنے اٹھانی نقاب  
 ارے یہ تو ہی شوق شہ کاشیر  
 یہ فرمایا شہ نے کہ اسے نگار  
 کہا اس میں دو شخص سردار ہیں  
 میں بیان حکم میرنگت ملک  
 کہا کیوں یہ ڈالے ہیں سحر نقاب  
 گیا شوق یہ کہہ کے کہسار کو  
 گیا لے کے شہان کو خلوتین سا  
 اٹ کر نقاب ان کے رخسار سے  
 کہا شوق ہی کچھ اے نگار  
 وہ بولا کہ ہیں اوج پر اب نصیب  
 گیا لے کے جس دم میں نامہ مان  
 بہت غور سے لے کے نامہ پڑا

جلین شعلین شکر شاہ میں  
 پیادہ ہوا سوئے قلعہ روان  
 تو بولا وزیر الممالک شتاب  
 وہ پہنچا حضور شہ منظم  
 یہہ میں کون مردان حمت شعار  
 مہمات ملکی کے مختار ہیں  
 یہہن نصرۃ الدولہ تاید خنگ  
 کہا ہے یہ نامہ مومن حجاب  
 بلا لایا ہر ایک سردار کو  
 بٹھایا کمر کر محبت سے ماتھ  
 ملایا وزیر و فسادار سے  
 بیان کر جو لایا ہو پیغام یار  
 کہ طالب ہی خود آپ کا و خلیف  
 ہوا مہر مجہد پر بہت مہربان  
 بلا کر پھر ان افسروں کو کہ

اسی وقت مع ان پر اشکر کے سب  
 یہ کہنے لگا مجھ سے وہ عرشِ جاہ  
 اُسی راہ سے اس کو لانا ادھر  
 یہ کہنا تو اس سر کہ رب چھوڑ کر  
 جسے چاہتے ہیں بلاترین ہم  
 یہ بے اسکو دینا تو لوحِ یقین  
 مقامِ اول اس کا ہی بابِ مجاز  
 ہدایت کرے لوح جس بات کی  
 جو اوٹی حیرت کی صدا آگے  
 نہ دیکھے گا کوئی تو اپنے سوا  
 وہاں جو گذریگا بے دشتِ نحو  
 جو کچھ حق ہے دیکھے گا تو بس وہاں  
 وہاں ہی آگے ہی سر زمین  
 یہاں تیری نظروں میں ہی لقا  
 بس اک عالمِ قدس ہو گیا یہاں

روانہ ہو سوسے مقامِ طبر  
 یہاں آنے کی ایک قریبِ گیارہ  
 کہ ہو نہ لوں کی اُسے نسبت  
 ادھر آطمسِ خودی تو نہ کر  
 نظرِ مروہ اپنا بلاترین ہم  
 تیار دے گی منزل کی سب چین  
 یہ کہنے لگا وہاں علمِ راز  
 وہاں تجھ کو شب بھر کرنا وہی  
 تو یہ سوچ آئیں نہ بن سکی  
 انا الحق کی بیعتِ خودی  
 نظر آئے گا ایک ہی چار سو  
 نہ ہو گا کوئی واسطہ درمیان  
 ملیں گے یہاں پہلی تجھ سے ہمیں  
 رہے گا نہ کوئی ہمارے سوا  
 تعدد نہ تمیز کا کچھ نشان

بنین منہرل عشق میں نظام  
 نہ شیطان کچھ نہ طاعت کچھ  
 نہ ہر جب کچھ نہ کچھ استیا  
 نہ ہر کفر کچھ شے نہ اسلام کچھ  
 نہ ترتیب کچھ نہ کچھ اختلاف  
 دینی کی کسی جاسمانی بنین  
 نہ اقرار ہے کچھ نہ انکار ہے  
 نہ میں ہوں نہ تو ہی نہ ہر حال  
 تری اس میں تعلیم منظور ہے  
 پیک مارے ت کھین پشیر  
 نہیں ملتا ہر شخص کو یہ مقام  
 جسے چاہیں کرتے ہیں ہم اس سے  
 نہ جس کی ہم اس میں ہدایت کریں  
 روانہ کئے دو وزیر اس لئے  
 کریں گے اب تک نہ بچھو جدا

ہین دکھلانے پر تجھ کو سار مقام  
 نہ دوزخ بیان نہ جنت کچھ  
 وہی کفر ہے جو کہ ہے غیر یار  
 نہ زنا کچھ ہے نہ احرام کچھ  
 ہے افساد ہی مطلع عشق صاف  
 یہاں غیر سے آشنائی نہیں  
 جد ہر دیکھے یار ہی یاد ہے  
 گمراہ نظر کردہ ذوالجلال  
 بنین تو رہو قدس کیا دور ہے  
 مرے ساتھ ہوتا تو شیر و شکر  
 ہے اس شان کا خاص حمت ہر نام  
 کہ یہ سب ہے اپنی عنایت کا کھیل  
 وہ کہا یا کرے تا ابد ٹھوکرین  
 کہ لے آئیں یہ بچھو آراہم سے  
 جو وعدہ کیا ہے کریں گے وفا

شاہیہ تو وہ عاشقِ منتظر ہے	اٹھا صاحبِ فرمانِ مہر ہے
وہاں جتنے قلعے فلکِ قدس تھے	حوالے کئے خانِ تقدیر کے
مقرر کئے اپنے نائبِ وہاں	سحر جوتے ہی ہو گئے سب تان
شاخوانِ ربِ یگانہ ہوئے	سوے قدسِ پاکِ خونِ نہاں

### عزمِ طہ

چلے ساقیا دور گم ہوں حواس	کہ جو بن دو کھاسے بستی لباس
اٹھا جامِ زرینِ پلا بید رنگ	کہ عاشقِ کو حقے میں ہر زور رنگ
دھلے غفرائی شرابِ نیا	کہ سستی میں کھولوں میں رازِ نیا
وہ ہورائے امون پہ جو کیا سما	چمکتی میں پھراں کی کلغیاں
دکھاتے ہیں دو چار پھولِ ببول	ہیں پروردگارِ چھوڑے ہوئے ببول
ہے اس زرد چادر میں اتنا اثر	اوپر جا کے آتی نہیں پھر نظر
ویا کہیں یہ آبِ زربقیاس	کہ کہ کہیت کا ہے بستی لباس
بہ زربفت اور کمالِ کلام	کیا کہیں مغل پہ زارِ نام
بہ سستی دکھائی دہرِ بھول نے	کہ آنکھوں میں سرسوں لگا پہ
نظرِ طرفِ ترنگ لاسنے لگی	آہلی پہ سرسوں جھلنے لگی

چلی لہٹنے رنگِ عشاق کو  
 طبیعت جو یہ لطف اٹھاؤ لگی  
 سنہری ہوئی سن کی کپی چلی  
 گلچین کھجور و کچ و چمپسی  
 وہ چولا کسم غیرت زعفران  
 سنہری امیل کی نتھہ بول  
 چمکتے ہیں گوندی کے پھل دور سے  
 چمک میں وہ سینکوں کی ہر کیا بہار  
 وہ ہاتی ہر سے کی سوکھی چلی  
 جو بندے میں کچھراج کے زردیر  
 مٹکی وہ پھلیان جو پتی تین سب  
 وہ کیا کیا چمکتی ہر کرکھ کی چھانک  
 وہ لیمون جو سٹھے کاغذی سبز تر  
 پیار کی کسوخی ہے جو سامنے  
 وہ پہنچے ہیں روتی کی بھی ڈالیاں

وہ سو جی نہ سو جی جو تراق کو  
 رتیبون پہ زردی سی چھانکی  
 چھترے اور چھاگل بھانے لگی  
 پھانی سے موسم نے چھپا کلی  
 بنار شک کشمیر ہندوستان  
 وہ پہنچے ہر اور کیل ہے زرد پھول  
 کہ یہ قدرتی زرد موتی پھل  
 کہ قدرت نے کھینچے ہیں سوکڑا تار  
 لٹکتی ہر سونے کی ریا چھتری  
 دکھاتی ہیں سونے کی جگنو کسیر  
 بوڑھن کو کھن اینین کس نے اب  
 بھانی ہر قدرت نے گندن کی ڈانک  
 لٹکتے ہیں اب بکے تعویذ زرد  
 بلاق اسکو سونے کے کس نے دی  
 سنہری امیریل کی بالیاں

وہ گیسند کی شاخیں جو تہیں بننا  
 ہوئی زرد پک کر چلی سیم کی  
 خزان بھی ہر گویا بعض اشجار کی  
 وہ چمپا کہ غفلت وہ لا جورد  
 اٹھائے ہوئے ہاتھ سونگھی  
 ہوئی الفت ایسی اسے مہر کی  
 جو داؤدی کے زرد غنچے کھلے  
 وہ پہنے ہوئے سبز چٹے کپڑے  
 ہری گودھ کیلے کی تھی جو اوہر  
 لئے جام زرین بعد آفتاب  
 پیتے کو۔ امروہ کو۔ شکل ورد  
 سہری جو گویا ہین بھول آ رہی ہیں  
 چٹک کر زبرد گرد کو نڈون سپر  
 وہ بھولوں پہ ہر سمت چھایا بہت  
 عجب ست خوشبو ہر دور کی آج

ہین نکلے گند کے ٹھکے مسم  
 چلتی ہین کیا جلیساں جمپہ  
 وہ ملتے ہین پتے سہرا بھی  
 ملا کیا ہی جھومرا سے زرد زرد  
 دکھاتی ہے سوئی وہ آرسی  
 کہ بڑھ بڑھ کر گندن کی گنگن بنی  
 کرن بھولان کو کہاں سے  
 گل اشرفی کی محافل حسین  
 بنی جھاڑ کھنکھایا کاسر بر  
 وہ کیا زرد زرد آج بھولا گلاب  
 دے گیسند کس شوخ زرد زرد  
 کٹوری یہ سوئے کے اوندھائی ہین  
 اٹھایا ہے بیس کا کس خمیر  
 وہ لمبل بھی گاتے ہین کیا کیا  
 کہ پر ہنیر گارون کا بدلا مزاج



درخون سے وہ اُتری آتی ہے وہ پوپ  
 پٹازرد کرنون کا عکس آب میں  
 جوا تلی بین مرغابیان کچھ اُدھر  
 لئے جاتے ہیں آج اہل عقول  
 بنتی ہے یہ جامہ ہر بشر  
 ہے معشوق یا ضا دور ہے  
 نہ کیون اتنی زردی پہ غفلت  
 مگر دم محبت کا تھبڑا ہوا  
 لئے ہے کسی کی محبت میں جوگ  
 غضب ہوگا اُس کا رخ دلپذیر  
 وہ گنبدن سا چہرہ دکھتا ہوا  
 بسنتی فقط ایک تہ بند پاس  
 رفیق اُس کے کیا کیا محبت شمار  
 مزاج اوسکا ہر دم سنبھال ہو  
 حسین عیان قریش ہنشی

زمین پر بھی سونا چڑھاتی ہے وہ پوپ  
 ہوا زرد پانی بھی تالاب میں  
 اڑاتی ہیں سیلو وہ ہر تال پر  
 کوئی زعفران کوئی شبنم کوئی پہول  
 کہ ہلدی بھی شرماتی ہے دیکھ کر  
 جسے دیکھے زرد ہی زرد ہے  
 یہ چھایا ہے اڑاڑ کے عاشق کا رنگ  
 وہ جاتا ہے وہ سیر کرتا ہوا  
 وہ سناتا ہے بس جو گیا اور بروگ  
 ہے پروانہ جس شمع کا بنیہ طیر  
 وہ گورا بدن کیا چمکتا ہوا  
 سبیلے بدن پر غضب کا لباس  
 حسین و طرحد اعراسالی وقار  
 وہ سانپ استینو میں پکا ہوا  
 فقیہی میں بھی صولت خسروی

بھلا پاک دل میں کسی کا نیاز  
یہ معلوم ہوتا ہے کوئی امیر  
جو چلتا ہے وہ نوگر تارِ غم  
چلا اس اداستہ شاہِ جنگل  
جو کہتا ہے کوئی اگر کہہ سیکھے  
تو کہتا ہے وہ ہنس کر تو خیر  
کھلا اس پر ایسا بستی لیا  
اثرِ عشق کا اتنا پیدا ہوا  
بہت دیکھ کر جلوہ شائق ہوئے  
زمانہ کل اُس کا بروگی بنا

پراس پر بھی ہر خطِ سرِ غم بنا  
ہو ازلف جانان کا نازد اسیر  
اٹھتا ہے کس کی دھڑکی  
کہ بس پسینے سے رونما ہو گئے  
فراور سانسِ حیاتِ غم یہ لکھے  
جسے گایہ آسن وریا پر  
کہ سوچ ہوا دیکھ کر بدخواس  
اُسے جس نے دیکھا وہ سید ہوا  
بیت نام ہی سن کر عاشق ہوئے  
خدا جانے یہ کون جوگی بنا

### بابِ غفلت

پلا سا قیاسِ غریبِ نشان  
کہان کی حیا اور کیا حجاب  
پلا دے نئے وصل کے خم کو خم  
شفق نے جو چمکے فلک پر شہنا

دکھا مجھ کو شہینِ سیرِ بیان  
دے جاتو بھرِ بحرِ جامِ شہنا  
کہ ہوں ذوقِ مستی میں یہ پیش کش  
اٹھا خون میں ڈوب کر کتاب

اثر نیند کا صبح کھوٹنے لگی  
 سحر مل کے غارہ ہوئی خندہ زن  
 ہوا جاوہ پیمیا شہ منہ غلیظ  
 بلا گرد اقبال فیروز مند  
 وہ شاہ زمانہ اسی شان سے  
 نظر آیا وہ ایک باب بلبند  
 یہ کیسی عمارت ہے کیا نام ہے  
 وہ بولے کہ ہے کوئی شہر حجاز  
 کہا کس کچے زیر فرمان یہ شہر  
 کہ اس کا بھی حاکم ہے مہر  
 وہ ان کا ہے کچھ اور بھی انتظام  
 کہا شہ نے دیکھو گلا میں بھی ہے  
 کہ ہر شاہ راہ محبت قریب  
 نہ رخسار جامین اوہر کو حضور  
 وہ اک راہ ہے دور و تاریک

تجلی رخ معرود ہونے لگی  
 لگی پہ ٹٹنے زعفرانی کران  
 جلو میں وہی اسکے چاروں شیر  
 لگائے ہوئے تیر بخت لبند  
 چلا جا رہا ہے عجب آن سے  
 رفیقون سے بولا وہ اقبال مند  
 بھلا اس کا جنگل میں کیا کام  
 اسی کا یہ باب غفلت تاب  
 ہوئے حرف زن یوں وہ فیروز بہر  
 پر اس عاشق صادق منہ غلیظ  
 نہیں منہ ل عشق سے اس کو کام  
 یہ سن کر یہ کی عرض صحاب نے  
 اوہر جانے سے ہوگی رحمت نصیب  
 کہ پھیر اس طرف سے پڑ گیا ضرور  
 بہت کم نکلتے ہیں اس سے اشر

کہنا شاہ نے یہ مرے دل میں ہے	کہ سب دیکھوں جو پہلی منزل میں
یہ کہہ کر چلا سو شہر حجاب	بڑے آگے یارانِ جھکت آہ
ادھر کے ارادے جو کامل ہوئے	وہ سب بابِ غفلت میں داخل ہوئے
نظر کی جو پھر کرا دہر اور ادھر	تو اک دوسرے کو نہ آیا نظر
جو پیش آئی راہ اُمید و ہوس	پریشان ہو پاچون شکلِ حواس
چلا شوق پر سو مہرِ منیر	یہ سمجھا لے گا دہنِ منظر

### حبیب

اٹھا سا قیام صہبائے ناب	کہاں تک پھروں شبتِ غمِ جناب
پلا سا غرِ عشق وہ ہمیشہ شال	کہ چپکے لگا ہوں رنگِ جلال
بنائے شہ نے کو وجہ سرور	ہے دنیا میں درکارِ حیلہ سرور
گیا شمس جو تاب نصف النہار	بنی سطحِ بحر روانِ شعلہ زار
ہوئے دھوپ سے گرم دشتِ جلال	دکھانے لگا مہرِ تابانِ جلال
صف آرا شمعون کا شکر ہوا	درختوں کا سایہ برابر ہوا
سُنو حال اب شاہِ آفاق کا	بڑا حوصلہ چشمِ مشتاق کا
چلا جا رہا ہے اٹھائے قدم	ہنیں کچھ رفیقوں کو چھٹے کاغذ

گبا ہوگا کچھ دور شاہ جہان  
 وہ صحرا پرانہ بول و خوفِ خطر  
 نہ پانی کہ تازہ ہو جانِ حریں  
 نہ جانے کا رستہ نہ جا قیام  
 تھکاؤہ شاہنشہ نامدار  
 نظر آئی جو شکلِ حیا رگی  
 کہ اتنے میں نہ تخیل کہن  
 وہ غولِ بیابان سے دیکھ کر  
 پڑا کھول کر منہ سوئے پاؤں  
 جلالِ محبت اثر کر گیا  
 مگر اہو کے لئے خود وہیں خاک  
 زراہِ ترشہم زراہِ کرم  
 اسے ہوش آیا تو پروانہ دار  
 چڑھا کر اسے دوش پر ناگہان  
 گیا ہے ذری دور وہ بارفا

یکایک ملا دشتِ مازندران  
 کھنکھست میدانِ آیا نظر  
 نہ رہا یہ کہ وہ نہ مسافر نہ  
 جد ہر دیکھو سنسانِ جنگلِ تمام  
 ہو آتشکی سے بہت بوقرار  
 زمین پر گیا بیٹھ گیا رگی  
 دکھائی دیا شبہ کو اکالہ ہرین  
 یہہ سمجھا دیا حق نے حلوا تر  
 مگر ملتے ہی اس خریں سے گاہ  
 وہ ہستی سے اپنی غر کر گیا  
 یہہ دیکھا تو اٹھا شبہ داد گر  
 کیا پڑھ کے اس وقت کچھ نہیں  
 ہوا اس حسیلِ کرم پر نثار  
 ہوا دشتِ سحرِ شکلِ مصرعہ دان  
 کہ بیوون کا لشکر نمایاں ہوا

پیادہ ہوئے سب سے دیکھ کر  
 کہ بیشک یہ دیوؤں کا سردار ہے  
 بہت کام نکلیں گے اس سے یہاں  
 کہ اُس دیو نے اُن کی آن میں  
 مہو اگرم سامانِ عیش و نشاط  
 کہا شہ نے تو کون ہے کیا ہونا  
 میں ہوں دیو حیلہ مرانا ہے  
 ہیں جتنے یہ باشندہ دیو سا  
 مرے زیر فرمان ہیں آشاہِ دین  
 یہاں کوہ پیکر ہی رہتے ہیں سب  
 گیا تھا سوئے دشت بہرِ شکار  
 مگر جب سے میں اس تحیر میں ہوں  
 کہ کیا اس سفر کا بہانہ ہوا  
 سنا می اُسے شہ نے کلستان  
 یہ سب کہہ چکا جو شہ خوش نہاد

تو سمجھا وہ شاہ شہ دادگر  
 مری دوستی کے منرا وادے  
 اسی فکر میں ہے شہ و جہان  
 اتارا اُسے لاکے ایوان میں  
 بڑھانے لگا دم بدم ارتباط  
 کہا اُس نے اے شاہِ عالی مقام  
 حفاظت یہاں کی مرا کام ہے  
 تنومند مانندِ نخل چنار  
 کسی بات میں غدر ان کو نہیں  
 اسی سے ہیں دیو کہتے ہیں سب  
 ہوا آپ سے راستے میں دوچار  
 گرفتار بندِ قفسِ گرمین ہوں  
 یہاں آپ کا کیونکر آنا ہوا  
 کیا راز پوشیدہ سارا عیان  
 گر اُس کے قدموں پہ دیو زام

اٹھا کر سر اس کا شہنشاہ نے  
 کہا اس نے ہون سخت نا دم حضور  
 محبت کا دل سے خریدا رہون  
 ہون جسم جان آپ جلوہ فرس  
 یہ کہ ہر بیابا و خاصہ شتاب  
 شہ دو حبان سخت اول کیا  
 رہا کچھ دنوں جو وہاں وہ امیر  
 بلا کہ چہ سیلہ سے اک دن کہا  
 ارادہ ہے چند سفر کیجئے  
 یہ سنکر بیت عذر اس نے کئے  
 کہا اس نے امیر شاہ میر وزیر  
 یہیں آج شب بحر سے کیجئے  
 یہاں ہی ہر نزدیک ملک قاف  
 وہاں کچھ انسان جیسے سین  
 کہ وہ جا رحیمہ کا ہے ملک سرد

گلے سے لگایا بڑے پیار سے  
 نہ سمجھیں پر اپنا خا دم حضور  
 اشارے پہ مرنے کو تیار ہون  
 ہے خدمت کو حافیہ حلقہ بگوش  
 چنانچہ پیش سلطان عالی جناب  
 اولش اپنا سبکے تبرک دیا  
 ہوئے مردوزن سا تو فرمان پذیر  
 کہ اس سرزمین پر بہت میں رہا  
 کہیں چل کے کچھ دن بسر کیجئے  
 نہ مانا کوئی شاہ آفاق نے  
 بہر حال ہون میں تو فرمان پذیر  
 دم صبح غم سفر کیجئے  
 بہت پرفضا ہی بہت پاک و صاف  
 کہیں ایسے دنیا میں نہ ہوتے تھیں  
 پری عورتیں ہیں پری ناز و مرو

ہنیں مفلسی کا ہی نام و نشان غضب شوخ و آفت ہر فتنہ شیر دہان کی بھی نگہ سیر فرماتے پھرین آپ کا نہ ہے یہ سیر نہ کہا شہ نے بہتر ہے یہ کبھی ہی	جو اہر پر عی ہے دہان حکمران ہنیں حسن میں کوئی اُس کا نظیر جہان چاہے ہی پھر دہان جائے میں ہر وقت ہر جا ہوں خدنگدار وہیں چل سکے دیکھیں ذرا دلگی
---	---

### ملکِ قاصد

صبحی پلا مانتیا زود تر وہ مے دے کہ گوشت مہیا اٹھا جام زرد و کریمہ حباب شبِ مہ کی ٹھنڈی ہوئی گرمیا وہ صبح سیند و اڑا لے لگا اٹھانے لگا مہر تابان نقاب زمانے پہ چھایا جورنگِ محسّر اڑا لے کے وہ دیو مازندران نظر آیا اک شہر مینو مہرشت	کہ سہ نین مستی میں غم سفر جو ہیکون بھی تو راہ پر آرہوں سراپا بنا مجھ کو روح شراب شعاعین دکھانے لگیں شوخیاں چراغ کو اکب مجھانے لگا تجلی میں چھپنے لگا ماہتاب دہان سے کیا شہ نے غم سفر ہوا پانچوین روز داخل دہان سواد اُس کا رشک یا مہرشت
--	---



<p>             پہاڑوں سے چشمے ہیں جاری کہیں              کہیں سنبلی تر کہیں زعفران              درختانِ سرسبز تازہ بہار              تو اترا وہیں وہ شہِ نامور              بڑھی بہرِ پابوس ہر موجِ آب              لگا دیکھنے جانبِ بحرِ دہر              کہیں سنبہرہ پر دھڑکیا ہین چرند              کہ تخیلِ ہر سو ہوئی جلوہ گر              غزالانِ صحرا ہوئے اسکے رام              سڑپنے لگی ماہی آب بھی              ہم آغوشِ خاطر مست ہوئی              رہا گرمِ نظارہ تا وقتِ شام           </p>	<p>             ٹہلتی ہے بادِ بہاری کہیں              کہیں لالہ خود رو کہیں ارغوان              غرض ہر طرف وادیِ مرغزار              جو یہ عالمِ لطف آیا نظر              ہوئی محوِ نظارہ چشمِ حباب              لبِ جوئیہ بخیل وہ بیٹھ کر              کہیں اڑتے ہیں ڈالیون پر پرند              نکا ہون کلاس کی یہ چھایا اثر              پھلنے دامِ الفت میں ہے خوش دم              نخل کر سیرِ یک بنیاب سی              بہت سیر سے دل کو فرحت ہوئی              اسی طرح وہ شاہِ عالی مقام           </p>
---	--

### جواہر

<p>             کہ مستی میں ہو ملکِ خواہاں کی یہ              نہیں تو کہاں پھر یہ عہدِ شباب           </p>	<p>             پلا ساقی لئے تو دم کی خیر              اٹھا جام کر زود تر کامیاب           </p>
--	---

مے وصل سے کر مجھے بے خبر  
 شفق کی وہ سرخی ہوئی اشکا  
 لگا کرنے تل آسمان زعفران  
 کنارِ فلک آگیا آفتاب  
 یہ دیکھا تو سلطانِ عالی گھر  
 ہوا چوک کے سمت پہلے گزار  
 چپ و راست آراستہ ہر دکان  
 عمائد بھی کچھ شہر کے ذمی وقار  
 بہت گلِ رخون کو بٹھائی ہوئے  
 وہ نازک سین جنکی عالم میں ہوم  
 وہ پھولوں کی کلنی لگائے ہوئے  
 نظر آتی ہے شانِ جن آفرین  
 کھڑے ہیں وہ مالی اور ہر ہتھار  
 وہ پھولوں کے گجر ہکتے ہوئے  
 چلے آتے ہیں وہ ہزاروں نگار

قریب آگئی شام غفلت نکر  
 سُنہرا ہوا وقتہ کو مہسا  
 بسنتی ہوئی سطحِ آبِ روان  
 روانی سے رکنے لگی موجِ آب  
 بڑا جانبِ شہر مثلِ نظر  
 تو دیکھا بنگلے روسِ بہار  
 ٹہلتے ہیں سُرست کیا کیا جوان  
 چلے جا رہے ہیں فتنِ پیزار  
 وہ جاتے ہیں وگستِ آواز  
 ہے ان سٹاکس پارک میں کیا ہجوم  
 نزاکت سے چاک بٹُٹھا کر ہوئے  
 ہو کر کھانے نکلے ہیں کیا کیا حسین  
 لئے کامنی اور بیوتی کے ہار  
 گلؤں کے گلے میں چمکتے ہوئے  
 فرسے لُٹتی ہر نظر بار بار

<p>             کہ چیتے ہیں کانہ ہون کانہ ہوتا              نظر کو یہ حیرت کہ ہر دیکھو              مہر ہو جس سے دماغ تیاں              گیا سوئے قصر جو اہر پری              پڑی اُس جوان پر نظر نگہاں              ہر اک نو جوان مست حسن شباب              ہر اک گام پر فتنہ پرداز ہے              نہ معلوم چھوڑی ہو کیوں پناہیں              مقرر کسی ملک کا ہی بہ شاہ              چھپا ہے کہین خاک ڈالو سوچا              نگاہیں لگاتی ہیں دل پر خنک              گری کھاکے غشمہ بیت خود فرو              سنگھایا اسے خطر چٹ کا گلاب              ہوئی کہینچ کر ایک ہا شکبار              ہوئی کثرت گریہ سے مضطر           </p>	<p>             تماشائیوں کا ہے یہ ازدحام              حسین کا چہرہ شہ جہر دیکھتے              بسا افسوس ہر اک کا لباس              یکایک تفریح نمان وہ جبری              جھوٹے سے تھی وہ تماشا گناں              تو دیکھا کہ رشک مہر آفتاب              نئی وضع ہو - طرزہ انداز ہے              بنائے ہوئے جو گیونگا دھیس              نقیری میں بھی ہے عجب غرور جاہ              ہے گوگرد میں روشنی رُخلی نا              بلا کی ہے چھل بل غضب کی ٹہنگ              یہ دیکھا تو خفت ہو دل صبر ہوش              انیسون جلیبیوں نے اٹھکرتاب              اُسے ہوش آیا تو بے اختیار              گھٹے صبر و سکین بڑھادو دل           </p>
---	--

کھٹکے لگا سینے میں خارِ غم  
 ستارے لگا خود بنو دامنِ طرب  
 ہوئی اُس کو ملنے کی حسرت کیا  
 تھی ایک سلی ہزار گوہرِ سری  
 کہ اس نوجوان نے تو مارا بے محجے  
 نہ لائے گی اُسکو تو مجاؤنگی  
 عوض اس کے دون کی زر و ملکِ مال  
 وہ کہنے لگی خیر جاتی ہوں میں  
 مگر لا ابالی ہے وہ نوجوان  
 چلی وہ پری زادِ محشرِ خرام  
 کہا شاہِ جی کیونکر آئے یہاں  
 تکلف نہ ہو تو زرا آئے  
 نظر آتا ہے جو محلِ سلنے  
 یہی آرزو ہے کہ اب ہ مکان  
 کہا شہ نے جل دور ہو آپری

چھبیا دل میں پیکانِ تیرا لم  
 ہوا کارِ گر عشقِ خانہ خراب  
 لگا چٹکیاں لینے شوقِ وصال  
 الگ کے اُس کو یہ کہہ لگی  
 ملا اُس سے جلدی خدارا مجھ  
 تڑپ کر میں جی سو گزِ جاؤنگی  
 کروں گی سچے بہ طرے نہال  
 جو آتا ہے تو ساتھ لاتی ہوں میں  
 میں کیونکر کہوں آئے گا خود یہاں  
 ادب سے کیا جا کے اسکو سلام  
 کہاں جائے گا ہر آسن کہاں  
 دمانِ نکستہم رنجہ فرمائے  
 سجا ہے اُسے خوب خدام نے  
 بنے فیضِ مقدم سے رشکِ خزان  
 کسی اور سے جا کے کر دلگی

فقیر دن کو کیا اہل دنیا سے کام  
 کہا اُس نے اسے مالکِ دوسرا  
 جھروکے میں تھی شاہزادی بھی  
 سمجھ کر مسافر یہ مجھ سے کہا  
 وہ آمین تو ہو سرفرازی ہیں  
 مرے گہر میں ہوں جو وہ روتی نظر  
 فقیر دن گھٹے ابکو الفت بہت  
 کہا اُس جوان نے کہ ادب سوا  
 کہاں شاہزادی وہ رشکِ سخن  
 پریشان دلی میں کہاں یہ جو  
 نہیں اُس کے شے کی پردہ آہ  
 کسی سے غرض مجھ کو اصلاً نہیں  
 اگر واقعی دل سے یہ بات ہے  
 تو خود آ کے مل جائے مجھ سے یہاں  
 مسافر فقیر اور دل بے قرار

ہے ایسی تواضع کو سیرِ ملام  
 ہے اس بات یہ مراد عسا  
 نظر آپ پر اُس کی ناگہ پڑی  
 کہ تو شاہ صاحب کو جا جلد لا  
 کہ واجبِ مہمان نوازی ہیں  
 یہ غم خانہ بن جا عشرت سرا  
 ہے واقعہ مشتاقِ خد شہت  
 خوشامد مجھ کو اُجھاتی ہو کیا  
 کہاں میں مسافر غریب لڑن  
 کہ بیٹھن میں جا کر کسی گل کے پاس  
 اگر وہ ہر شتاق تو کیا مجھے  
 مگر دل نہ ٹوٹے کسی کا کہیں  
 کہ منظور اوس کو ملاقات ہے  
 نہیں م میں گل کہاں میں کہاں  
 پھر ایسوں کے رہنے کا کیا اعتبار

طبیعت کا ایما جد ہر پاؤں گا  
 یہ ہنر خونی ونگ وہ حلیہ جو  
 نہیں ٹھکویہ نازامیری میں بھی  
 میں کہتی تھی تجھ سے نہ لے گا وہ  
 کہا تھا یہ گوشت کراخجام نے  
 سخن معجزہ سحر گفتا ہے  
 میں داری گئی جلنے دیر خیال  
 نہیں میرے کہنے کا اُس کو یقین  
 کہا اُس نے جو ہونی ہوا ب ستور  
 پر کھتی نہیں بات کہوئی کہی  
 فقیر ایسے ہوتے ہیں نازک مزاج  
 وہ آتا نہیں تو میں خود جاؤں گی  
 یہ کہہ کر کان سے بحال تباہ  
 وہ گوشت کو لے کر روانہ ہوئی  
 ہوئی پاؤں پر رکے لشکر

یو نہیں سیر کرتا چلا جاؤں گا  
 کہا جا کے اُس سے کہ اب شعلہ زور  
 بہت دور ہے وہ فقیری میں بھی  
 مجھے چٹکیوں میں اڑا سے گا وہ  
 وہی بات آئی مگر سامنے  
 مگر ایک ہی شمع و عیار ہے  
 ہے ایسے کے ہاتھوں سے جینا تھا  
 تجھی کو بلاتا ہے ظالم و مہین  
 نہیں نالہ سب کین دل زار کو  
 ذرا دل میں اپنی سمجھا ہی پری  
 ہے بیشک کوئی صاحب تخت و تاج  
 اُسے دل میں بٹلا کر لڑاؤنگی  
 اٹھی یک یک صورتِ دوڑاؤ  
 قد بہوں شاہ زمانہ ہوئی  
 یہ کی عرض اسے مایہ آفتاب

یہ کیوں آپ کو نہایت دوست ہوئی  
 یہ سچ ہے میں خدمت کے قابل نہیں  
 مگر آپ کو تو کرم چاہئے  
 کہاں ایسے ہم لونڈیوں کے نصیب  
 ہزار ہیں جن کی خدمت گزار  
 یہ ہم سُن کر سنہ خسروِ مدنی پیر  
 دیا چہرہ را سپاہی جیت تاج  
 کہا آپ بختِ آفاق ہیں  
 خدا رکھے ہیں آپ کو بے غش  
 بچے تو بہ اپنی محبت سے کام  
 ضرور آپ کو گھر میں لجاؤنگی  
 کوئی اور صورت نکالونگی میں  
 خدا نے کیا آپ پر یہ کرم  
 یہہ مانا کیا مجھ کو خانہ خراب  
 کہا شہ نے اس سے غرض کچھ نہیں

یہ کیوں کنش خانہ سے نفرت ہوئی  
 کسی طرح صحبت کے قابل نہیں  
 غریبوں کا بھی زور و غم چاہئے  
 کہ الفت سے بھلا میں حضرت سزا  
 کریں دولت و دینِ دل سب تار  
 کہا اُس سے ہم تو میں مردِ فقیہ  
 تو پوچھ کیا کسی کی ہیں جستج  
 سلاطینِ آفاق مشتاق ہیں  
 نہیں دوستی دشمنی سے غرض  
 کہ بے عشق ہر زندگانی حرام  
 نہیں منہ کسی کو نہ دکھلاؤنگی  
 منگا کر ابھی زہر کھا لونگی میں  
 نہ رکھے روا عا جزو نِ سرتم  
 خدا کو بھی دینا ہے اک دن جزا  
 ہیں پر بندہ عشق ہم احسین

ترے دل میں ہر درد سوز و گداز  
 جسے ہم نے الفت ہو وہ خوب  
 جو اہریر بولی کہ گوہن کسینہ  
 مگر آپ مبندہ نوازی کریں  
 ہوں رونق ترا چل کر ایوان  
 یہ سُنکرا اٹھا وہ شہِ خوش نہاد  
 پری قاف کی دیو بازندوں  
 اسی طرح وہ سب کی سیان میں  
 غرض و کیتا بہالتا ہر مکان  
 تو دیکھا کہ وہ صاف ہے اس قدر  
 کنول جھاڑ فانوس باندی کلاں  
 لکے ہین قینے سے سب جا بجا  
 چڑھیں بتیان مشک کا نور کی  
 نسبت منقش در و بام سب  
 تکلف کے اسباب پہلی ہی سے

ہنیں تجھ سے کچھ اب ہین احتراز  
 محبت کی گالی بھی مرغوب ہے  
 بنون خادمہ کسب بھی یہ تمیز  
 سرے ورد کی چارہ سازی کریں  
 گرین سیر خوبان پرستان میں  
 چلا صورتِ موج بادِ مراد  
 ادب ہوئے ساتھ لکے روان  
 ہوئے جلوہ گر اسکے ایوان میں  
 میر بادِ چرخِ بادشاہ جہان  
 نگاہیں چسپستی میں دیوار پر  
 ہر اک وضع کے آئینے بقیاس  
 جنان کی طرح سارا کہہ سجا  
 تجلی ہر اک شمع میں نور کی  
 ہتیا ہر اک سازِ عیش و طرب  
 زیادہ ضرورت سے موجود تھے



جوشہ کو پسند آگیا وہ مکان	اُسی جا کیا خامہ بھی نقش جان
دہن دیر تک گرم صحبت رہی	بہم رسمِ حرف و نکایت رہی
فراغت ہوئی احسن راحت کج	ذرا دیر کو سو رہے سب کے سب

### نقشِ سلیمان

پلا مائیتِ جامِ منہ رحمت اثر	کہ اٹھلا رہی ہر نسیمِ عمر
بنا بخود دستِ کردل کو شاد	دکھانِ نشہ میں سیرِ باغِ مراد
اٹھا بے جھجک ساغرِ لالہ نام	مے وصل سے کر مجھے شاد کام
جو راہی ہوا کاروانِ نجوم	ہوئی آمدِ مہرِ تابان کی ہجوم
شفق میں چمکنے لگی وہ کرن	سنہری ہوئی سقفِ چرخِ کہن
ملی روشنی ہر کے جام کو	اندر سیرانہ باقی رہا نام کو
جو اہر اٹھی بسترِ ناز سے	بگایا مے حسنِ انداز سے
حراج سے فارغ ہوا جب وہ شا	تو کہنے لگی اس سحرِ رشکِ ماہ
ہر نقشِ سلیمان یہاں ایک باغ	کہ رضوان کا جس سے ہوتا زونِ باغ
کھلے ہیں نہاردنِ طرح کے گلاب	روان اوپر چوں گلابِ پیر کا حساب
چھلکے ہیں کیا بے بل خوش نوا	سہا یا ہی وقتِ ہر سیکل

کہا شہ نے بہتر ب چلے ابھی  
 یہ کہا اٹھے دونوں وہ بامراد  
 ابھی ہیں وہ گونچ گلستانِ دور  
 جو بہ نچا در باغ تک وہ نگار  
 دعائیں گے دینے برگِ چمن  
 ہر افروز سبزہ بچپان لگا  
 پھرے گرد آ آ کے مرغِ ہوا  
 روشِ خاکساری دکھانی لگی  
 پڑھا دیکھ کر غیبِ سلونے درود  
 خوشی سے شگفتہ ہوا رو گل  
 جھکا کر سر گیسوئے پر شکن  
 بچپان لگی صبح کا فزنا  
 بڑا پیشوا کی کو جوشِ نو  
 جھکی شاخِ گل رسمِ تسلیم کو  
 زرِ گل کیا باغبان کے نثار

زمین چل کے ہلا میں کچھ دیر جی  
 چلے جانبِ باغِ مینو سواد  
 لگا کہنچنے دل لکھن طیسور  
 قدم لینے دوڑی نسیم بہار  
 لگی ٹوٹ پاون پہ شاخِ سمن  
 سرم سپر بادہ اٹھانی لگا  
 ہلا میں لگی لینے موجِ صبا  
 کہیں نر گس آنکھیں کہاں لگی  
 ہلانے لگی موچل شاخِ عود  
 بڑی عطردان کے خوشبو گل  
 لگا جھاڑنے سنبُلِ رحمن  
 چھڑکنے لگی شبنم گلِ گلاب  
 چلی رکھ کے سر خاکِ پرابجو  
 اٹھے سروِ شمشادِ قظیم کو  
 نقدِق ہوئی نو عروسِ بہار

دے غمچہ نامہ شگفتہ نودوں  
 دیا نذر قدر سے گلزارِ عیش  
 رٹوی بوسے گل ایسے آغوش میں  
 قرآنِ مہمہ و محرم آیا نظم  
 ہوئی جا کر دونوں میں مجلس  
 تو کہنے لگا اُس سر شاہِ جہان  
 چلیں گے سوئے خانہ وقتِ سحر  
 کٹی عیش و عشرت میں ہر شب تمام  
 ہوا آئینہ کار دستورِ یہم  
 اُسی بنگلے میں رات کرتے تھے  
 چھپانے سے بات اور کھلنے کی  
 بڑا قرب ہے اور بھی اضطراب

کھیل پہل وہ آئے جو تھقل  
 جہا خوب گشتن میں دربارِ عیش  
 ترقی ہوئی وصل کے جوش میں  
 ہوئے دونوں جہدم و بان جلوہ گر  
 سجا ہے وہاں ایک بنگلہ فیسر  
 جو دیکھا ہے راستہ وہ مکان  
 رہیں گے یہیں آج ہم رات بھر  
 اسی کو رہے مشورے تا بہ شام  
 ہوا فیضِ شہ کو جو منظور یہم  
 کہ ہر روز وہ شام سے تھم  
 مگر وہ پری غم سے کھلے لگی  
 لگی کھانے وہ شعلہ روج و تاب

طابیت تو نابوہ، جالی رہی  
 بناوٹ سی لیکن جیسا پی رہی

بدامیت

پلما بادہ اسے ساتی عشق یار  
 لگا جام زرخٹھ سے میر شتاب  
 اوٹھا وہ صبر احی جو ہادی بن  
 اندیرا گیا غریب میں شام کا  
 وہ مہتاب سے پھول جھڑنے لگے  
 شبِ ماہ جلوہ دکھانے لگی  
 لب جو نظر آئی اک بار گاہ +  
 منتش سر پر وہ سب غم  
 لب جو ہے سر و چراغان کا باغ  
 فروزان میں مہتابیان اس قدر  
 وہ لہرون میں عکس تجلی کی صنو  
 ہوائی کا گردون پہ وہ چھوٹا  
 وہ چرخ کا چرخ اور بانوں کا توڑ  
 وہ تپھول فرشی وہ فرشی انار  
 یہ سب فرش پاکیزہ پر خندہ زن

کہ دنیا کا سب کچھ ہر کار و بار  
 ہوں فرزند پیرِ مغان میں خراب  
 نڈانے ازل کی منادی بنے  
 ہوا و دراب بدر کے جام کا  
 زبرد پہ الماس جڑنے لگے  
 زمانے پہ حیرت سی چھان لگی  
 فلک قدر کیوں ان چشم عرش جاہ  
 جو اہر نگار و مصلحت سام  
 کنارے کنارے مشورے چراغ  
 کہ غالب ہے نوران کا مہتاب پر  
 لرزتی ہوئی وہ چراغوں کی نو  
 کرن کا وہ مہتاب کی پہوٹنا  
 وہ جھاڑوں کا چکر وہ دریا کا مٹا  
 وہ ہر رنگ کی پھلجھڑی کی بہار  
 کھلے چاندنی پر چمن کے چمن

وہو میں کاہنیں نام کو بہی نشان  
 ذرا بھی نہ چادر کو دست لگا  
 ستارے بنے دیکھنے چرخ پر  
 پٹاخون کے قلعوں پہ چکر چراغ  
 لگا ڈالنے زعفرانی نقاب  
 سیاہی سے ہمت چھال لی  
 جلایا فلک نے چراغِ منتہر  
 ادب سے کھڑے ہیں قریب دروازے

مسالہ بعد اُغین وہ گلغشان  
 ابھی تک چلتے ہیں گل جا بجا  
 غبار سے وہ ڈوبے تو گھر سے  
 ہوا پر کھلا خوب تاروں کا باغ  
 یہ شام اک دان گل آفتاب  
 شفق کی چمک تھمھ چھپا نہ لگی  
 ستارے ہو چرخ پر جلوہ گر  
 پر زیا د گل جھوٹے در شک حور

بلائے حسینانِ نوفاستہ  
 جہاز رنگِ عشرت بہت دیر تک  
 ہوا مالِ خواب شاہِ جہان  
 ہوا نشہ خواب سے بخیر  
 سنیا بخش بالین ہے ہر منہ  
 اٹھا تا ہے آہستگی سے منہ

جواہر نے کی بزمِ آراستہ  
 را لطفِ صحبت بہت دیر تک  
 گئی نصف شب تیرہ من ناگہان  
 قدم رکھتے ہی بستر ناز پر  
 تو کیا دیکھتا ہے حکیم قیام  
 جگاتا ہے جذبِ دلی سے منہ

لیا گو دین خوب سا کر کے پیار  
 کہا پہر کہ اس عاشق منطیہ  
 شب روزہ عیش و عشرت میں  
 اگر وصل منظور ہے اچھا شتاب  
 چلا جا یہاں سے سوئے راست تو  
 گئی ہے وہ شہر ہدایت کو راہ  
 وہ محبوب حق اور رحمت لقب  
 ادب سے دمان عرض کر تو یہ بات  
 مجسم ہیں رحمت و دفر جہان  
 گمان بھی زائد تجھے دین کے وہ  
 دکھا دیں گے تجھ کو وہ باب نجات  
 شتاب اٹھ کہ غفلت کے یہ دن نہیں  
 نخل کرا سنی با سستہ ہو روان  
 دمان راہ میں چہ کھٹیا نہیں  
 یہ سنتی ہے چشم انکس و اہو گئی

و غادی ابد تک رہے گا بھگا  
 رہے گا پرستان ہی میں کہیر  
 بچے نبول کر خواب غفلت میں ہے  
 کہ ہو روضہ قدس یا کیا  
 یہ سب یاد رکھنے کے کم و کاست تو  
 ملین گردان چلیب الہ  
 انھیں کے ہن قبضے میں ٹیک  
 کہ دکھلائی تجھ کو باب نجاب  
 بڑھائیں گے تیرا بہت عز و شان  
 تجھے اپنا محبوب کر لیں گے وہ  
 کرین گے عطا حاصل کائنات  
 راہی بغیر ان کے ممکن نہیں  
 ہے پھر دوسری منزل کا دروازہ  
 کسی طرح کا پھر حبیب الہ نہیں  
 وہ ساری کردارت ہوا ہوئی

مئے شوق میں تازہ جوش آگیا  
 کسی کی محبت نہ باقی رہی  
 کسی طرح کا پھر نہ آیا حیا  
 تہ پھر ریب کی طمطراقی رہی  
 ہوئی روح پاکیزہ - سرور دل  
 تجلی ہوئی چمکے پر جلوہ گر  
 وہ تن صاف آئینہ سان ہو گیا  
 چمکنے لگا ہر سخن سے اثر  
 اسے دم بدم بڑھ گئی فکر مہر  
 حیاتِ ابد سے ہوا کامران  
 اسی گل کی بس یاد رہنے لگی  
 سیوقت پہنچا جو اہر کے پاس  
 تو دیکھا کہ اشکون سے تکتے ہیں تر  
 لبون پر صدا آہ و زاری کی ہر  
 شکایت ہر کچھ سخت ناکام کی

اُسے عین غفلت میں ہوش آگیا  
 کسی کی رعایت نہ باقی رہی  
 ہوا خود بخود دور رنج و ملال  
 نقطہ یاد و تصدیق باقی رہی  
 بنا سب سے نور دل  
 چمکنے لگی برق بن کر نظر  
 ازل کا وہ جلوہ عیاں ہو گیا  
 بنا عیب بھی ایک اعلیٰ ہنر  
 کوئی دم نہ گذرا جب نہ ذکر مہر  
 میسر ہوئی راحتِ جاودان  
 طبیعت بہت شاد رہنے لگی  
 پڑی تھی وہ کمرے میں اپنا آدلا  
 ترپتی ہے وہ فرشِ کُنجاب پر  
 وہ تصویر سی بقیاری کی ہر  
 تمت ہر وصلِ دلا رام کی

کسی کو جھٹکے ہوئے زور و  
 مزاد و الفت کا چکھتے ہوئے  
 یہ کہتی ہے اسے میرٹِ اعلیٰ  
 اجل و مکیہ کہ عجب کو شرمائی  
 کسی کو قلع کیون گزرنے لگا  
 اسی دہن میں بخود ہوئی اس قدر  
 قریب آ کے اُس دم شبہ نہ ظہیر  
 یہ غفلت ہی کیسی ذرا ہوش کر  
 نہ آئیں گے اب بار و گریبان  
 پڑی جب یہ کانوں میں سکھدا  
 تعجب سے حسرت سے کر کے نظر  
 نہ اشکون کا لیکن نسل گیا  
 تپ عشق دشمن ہوئی جانگی  
 مجھے فریح کر ڈالیے آئیے  
 کہا اُس نے کیا کوئی جلا دہون

تصور میں کرتی ہے کچھ گفتگو  
 کلیجے پہ وہ مائع رکھتے ہوئے  
 یہ بیٹھے جھٹکے مجھ کیا ہوا  
 میں اس سخت جانی سے گھبرا گئی  
 وہ بے رحم کیون رحم کرنے لگا  
 کہ آنے سے اُسکے نہیں کچھ خبر  
 پکارا کہ اسے تازہ غم کی اسیر  
 ہمارا ہی اس شہر سے اب سفر  
 خدا جا کل تو کہہ ان ہم کہاں  
 تو اٹھ بیٹھی گھبرا کے وہ ملقا  
 لجائی بیت پہلے وہ دیکھ کر  
 کہا آج پر وہ مرا کھل گیا  
 رہی آرزو اب نہ ارمان کی  
 تو پھر جس طرف چلے جائے  
 نہ قاتل نہ مین ظلم بنیاد ہون



<p>نہ سودا زودہ ہوں نہ اہل خون مگر رہے زرا دیر کا مہرا سنا یا اسے فتنہ خواب سب کسی ہمت تاب نہ بجھکتا نہیں کہا اسے بے سیریت خوب ہے مگر ساتھ سے منہ نہ موڑوں گی میں کہا شاہ نے یہ بھی ممکن نہیں وہاں جا بقیہ جو پاؤں گامین نہیں کچھ دنوں بعد خوش نصیب بتا تا ہوں تجھ کو نشان و مقام</p>	<p>کسی گامین کیوں خون گرد پہ لو جسے دیکھ کر میں ابھی جاگ اٹھا کہا اسے مجبور ہوں میں ہی اب تیرے روکنے سے میں رکتا نہیں مجھ پر ہی یہ بات مرغوب ہے کسی دم رفاقت نہ چھوڑوں گی میں ابھی کچھ دنوں صبر کرو یہیں تجھے حسب موقع بلا لوں گا میں چلی آنا خود سو ملکہ حبیب اسے دل سے تو یاد رکھنا دام</p>
---	---

### سراق جواہر

<p>اٹھا سا قیاحام کبے خبر کہاں تک یہ غفلت فرما سی رہا پلا جلد سے میں پریشان حواس وہ پہولی شفق رات آخر ہوئی</p>	<p>کہ قطع علائق پہ باندھوں بکر سنگھا سا غزل میں سو کجیات کہ جی بیتی ہو باسی پہ لوں کی پال صفا صبح صادق کی ظاہر ہوئی</p>
--	---

فلک بسترِ شب اٹھانے لگا  
 سیاہی کی جانب رنگباز  
 رسالہ ستاروں کا چلتا ہوا  
 روانہ ہوا حسرتِ بے نظیر  
 بن آیا نہ کچھ کامِ تدبیر سے  
 کہا شب نے حیلہ سے تورہ میاں  
 جواہر مرے بعد گھر آگئی  
 اٹھا کچھ دتوں تو رفاقتِ اہل  
 یہ کہا جواہر سے کہنے لگا  
 میں ہے گا میں پاس تیرا ضرور  
 وہ تیا بٹھ اٹھ کے گریز لگی  
 مراوین ہم آغوش ہوئے لگین  
 اشاروں میں جس سے کی گفتگو  
 چلا وہ تو مانندِ روحِ رحمان  
 نظر سے چو غائب ہوا وہ اسیر

قمر چاندنی لے کے جانے لگا  
 ہوئی روشنی شرقِ آسمان  
 اٹھا نہروہ آنکھ بلیست اہوا  
 ہوئی سخت غمِ طرہ بدتر سے  
 لگنے لگی باتِ تقدیر سے  
 میں ہوتا ہوں منزلِ کوئٹہ راہ  
 تجھے ساتھ سے کر چلی آگئی  
 خدا چاہے تو پھر نہ چھوڑا گناہ  
 رہتے تیرا ہر دم نگہبان خدا  
 سمجھنا نہ دل سے کبھی غمِ دور  
 نظریں کے گرد اس کے پھر لگی  
 نگاہیں گلے مل کے رو لگین  
 دعائیں کے حضرت ہوئی آرزو  
 غمِ نامرادی رہا مسیہان  
 ہوئی سخت محزون وہ غم کی آہ

جد ہر جاتے دیکھا تھا اس ماہ کو  
 اٹھا اور دوجی سسنا نے لگا  
 بڑمین شدتیں غم کی بیدا کی  
 زمین تر ہوئی اتکِ خونا ہے  
 بڑھا نیا نیا نیا سے ساز دل  
 چھوٹے لگا در و دل نشتر  
 ترپ دل کی بچین کرنے لگی  
 تصور میں ہونے لگی تھنار  
 رخ زرد پر اشک بھنے لگے  
 غم دل نے برہم کیا سازِ عیش  
 انگین دکھانے لگین شوخیاں  
 مچھری بن کے ہر سانس چلنی لگی  
 چھوٹی بھانس غم کی طعنائیں  
 جلا نے کاشکے آرزو  
 ہوا دل میں خارِ المِ رخنہ گر

وہ حسرت سے دیکھا کی اس ماہ کو  
 ترپ کر بگر منہ کو آنے کا  
 گھٹی تاب تجلیفِ زیاد کی  
 ہوا دمِ خفا جانِ بتیا ہے  
 خموشی نبیِ نغمہ پر داز دل  
 لگی لوٹنے بسترِ یاس پر  
 وہ در و رو کے جی سے گزرنی  
 سکوتِ سخن میں گیا راز دار  
 لبِ خشک کچھہ اور کہنے لگے  
 ہو میں حسرتیں رخنہ اندازِ عیش  
 ہوس دل میں لینے لگی چٹکیاں  
 تنہا کھینچے کو ملنے لگی  
 بھرے اشک بھی چشمِ خفا میں  
 ہر خشک ساری بدن کا ہو  
 کیا ناوکِ غم نے چھلنی جگر

بڑا ہجر میں غمانی کا زور  
 نفس زلیست تنگ سے لگا  
 ڈرا لہ آتے ہوئے تاربان  
 غم و دور سے قلب میں ہاکی  
 بڑی بے ضبط سے اور دل کی آہنگ  
 کیا صرصر غم نے جی کو نڈھال  
 گل رخ پہ چھپایا خراں کا اثر  
 قلق دل میں کرنے لگا انتظام  
 مسرت گئی واشدیل کو ساتھ  
 فراق صنم ہوش کھونے لگا  
 ہوئی زرد مانند برگِ حسن  
 دل زار ہاتھوں سے جانے لگا  
 بہت دیر ترے تدبیر کی  
 وہ چپکین مٹین خاطر زار کی  
 ہوئی فرقت یار جانی سرتنگ

جھکانے الہم حسرت وصلِ محمور  
 اُسے نام سے تنگ آنے لگا  
 رادان بن کھٹ کھٹ کے شوقِ فنا  
 اجازت نہ دی شرمِ لڑاہ کی  
 لگی ہوئی یاس و منتا میں جبک  
 لگا جھلکانے چراغِ جمال  
 اڑا زنگِ چسپرو کا بنکر حنبر  
 بنا حسرت آباد سینہ تمام  
 چلی روح بھی نبضِ سہل کے ساتھ  
 شکر شکستہ سلم جی ڈبوانے لگا  
 بیٹھ کر ریشہ زعفران  
 طبیعت کو صبر آزمانے لگا  
 بچھی پر سیرِ موند دل کی لگی  
 بنی جان پر اس دل انگار کی  
 کیا شوقِ نوزندگانی سرتنگ

<p>             گلا دل ہی مین دم چرا فر لگا              شب و روز گزرا جو بخ و طلال              کھر چنے لگا دشمنہ غم جگر              دل جان سو ربط متاثر با              بڑا رفتہ رفتہ جو شوق نسل              جلانے لگا دل کو سوزِ فراق              شہر رہتا جو آنسو چکے لگا              ہوئی گرم چھاتی تپ دوش              یہ کہنے لگی کب تک آفت ہوں              جنوں طاقت ضبط اٹھو لگا              وہ مجبور آنسو ہوئی دردت              ادا اسکی چاہت جتانے لگی              بنے اشک گل رنگ غماز دل              طبیعت تپ غم سے گرنو لگی              ہوئیں آہ کی دل مین لٹاریاں           </p>	<p>             کلیجہ غم یار کہا بنے لگا              بنی بدر سے کھٹ کو وہ مہل              بہانے لگی لختِ دل چشم تر              ہم آغوشیوں کا تقاضا ٹرا              طبیعت لگی رہت ہر دم ڈیال              بھڑک نے لگا شعلہ اشتیاق              کلیجہ ترارت پکنے لگا              جگر بھن گیا آتشِ شوق سے              مصیبت سی ہو تو مصیبت سہوں              تو تحش سے کچھ ساز ہونے لگا              بڑی گرم جوشی دم سے دے              نکا ہون مین اک بات آنو لگی              دکھانے لگیں جتو مین ساز دل              بہنسی تب تک آکے پھر لگی              اڑیں آتشِ غم کی چنگاریاں           </p>
--	---

تپِ غم سے دن رات جلنے لگی  
 بناتا شعلہ ہر اک تارِ مٹو  
 تنگاری جو شس سودا بڑی  
 ہوئی نامِ راحت سے جشت آ  
 سید زلف اک اثر دیا ہو گئی  
 بگڑنے لگی مانگ سے بیدار  
 کشاکش ہوئی جو غم یار سے  
 سید چوٹی ناگن ہی ڈسنے لگی  
 نہ وہ مانگ پٹیاں نہ آرائشیں  
 بٹینِ حلفتہ دامِ غم بالیاں  
 کرن پھول جھکے لہو میں تھوڑے  
 نہ مپتہ نہ بالانہ بالی رہی  
 نہ جھومر میں باقی رہی وہ جھلک  
 شبِ غم میں یوں اڑاتی رہی  
 نہ ابرو میں کس بل نہ لکھنؤں نہ

وہوان بن کو حسرت نکلنے لگی  
 سراپا بنی شعلہ آرزو  
 گریبانِ دوری کی تمتا بڑی  
 بڑی زریب و زینت سے نفرت آ  
 اسے کنگھی چوٹی بلا ہو گئی  
 یہ سمجھی کہ سر پر کھنچی دیہ تیغ  
 ابھنے لگی زلفِ حذر سے  
 شبِ غم کسوٹی پہ کسنے لگی  
 نہ مشاطہ سے ٹیڑھی وراثتیں  
 چبھی گونج مانند نوکِ سنان  
 ٹوٹنے لگیں بکلیاں شکلِ برق  
 طبعیت مگر لا اُبالی رہی  
 نہ نشانِ مین و فہ پشیر سی چک  
 کہ صنو چاند تاروں کی جاتی رہی  
 نہ یہ سر آگین نہ وہ وسمت تاب

نہ وہ پر وہ داری چسپا کی رہی  
 شرارت گئی اگلی چتون کے ساتھ  
 نہ عشوہ نہ وہ حسر کاری رہی  
 تپ غم سے وہ زرد ایسی ہوئی  
 نہ ہر وقت آئینہ پیش نظر  
 نگاہوں سے جاتا راہ وہ حجاب  
 نہ مستی کالب چرب نا کبھی  
 نہ وہ خالی ابرو کی آرائشیں  
 گلے مٹنے کا جو بڑا حوصلہ  
 ہوئی زار اس درجہ وہ دل جلی  
 نہ وہ موتیوں کی لڑی تابدار  
 بہت دست و پانا تو ان ہو گئے  
 نہ اب وہ نکھر نہ اب وہ سنگار  
 نہ اب وہ نھانا نہ وہ ہونا سے  
 نہ اٹھنا وہ گیسو سنوار سے سہو

وہ شوخی نہ بانگی ادا کی رہی  
 رہی ہیکسی چشم پُرفن کے ساتھ  
 نگاہوں پہ حیرت سی طاری رہی  
 کہ رنگت گلابی بستی ہوئی  
 نہ اب رنگ و روغن وہ خسار پر  
 چھپی گردین تاب رخ کی نقا  
 نہ بھولے سحر بھی پان کہا نا کبھی  
 نہ وہ حسن صورت کی زیبائشیں  
 لگا کھوٹنے طوق اسکا گلا  
 کہ چمپا کلی سے بڑی بے کلی  
 گلے کا بنے اشک گل رنگ ہار  
 سبک زیور اُس پر گران ہو گئے  
 نہ کپڑے بد نما وہ اب بار بار  
 بس اشکوں سے انچل جکونا سے  
 نہ چلنا وہ سینہ اُجھار رہی ہو

نہ انگھیلیوں سے ٹہلتا رہا  
 ہوئی ضعف سے ایسی اروزگار  
 بڑھا اس قدر زور کم طاقتی  
 تصور کو جانا کہ ٹٹی کی آڑ  
 نہ وہ دل لگی اب نہ وہ تہمت  
 کیا غم نے مسدود وہ بابِ عیش  
 اُسی باغ میں جا کے رہنے لگی  
 کہیں کا نہ آنا نہ جانا رہا  
 کوئی شے نہ دولت نہ ظاہر  
 جو گوہر نے دیکھا یہ سامانِ غم  
 کہا اس جو اہر تجھے کیا ہوا  
 زبان آشتی خوشی ہے کیوں  
 کہیں اور کچھ بات پیدا ہو  
 نہ ناموس پر حروف آئے کوئی  
 یہ سنکر دیا کچھ نہ اُس نے جواب

نہ تلموؤں سے وہ دل کا لٹا رہا  
 کہ آبِ روان بھی ہوا اُس پہ بار  
 کہ آچل سنبھال نہ سنبھلا کبھی  
 دوپٹے کے ساگر کو سمجھی پہاڑ  
 نہ وہ عیش و عشرت کے چرچے رہے  
 کیے ترک اُس نے سب بابِ عیش  
 اکیسلی غم و درد سہنے لگی  
 فقط ناز کی کا سب ناز رہا  
 مگر نام کو وہ جواہر رہی  
 گئی پاس اُس کے وہ محوِ الم  
 ابھی سے جدائی میں سو دا ہوا  
 لگا ہوں کی حیرت فروشی ہو کر  
 خدا کے لئے مفت رسوا ہوں  
 نہ جہنم سے کچھ تار جائے کوئی  
 یہ بڑھنے لگی پر بہ چشمِ پر آب



# عن

نہم دل میں اتنا اشر بہی نہیں مجھے کہا ہے جا تا ہے یہ کسا غم کہاں تک سونگے مری داستان ہوئی اُنکے آنے سے یاسل مقدہ جو کچھ دن رہا جوش سودا بھی بنایا مجھے غم نے تصویر یاس	میں بسمل ہوں انگو خیر بہی نہیں ابھی دل نہ تھا اب جگر بہی نہیں نہیں طول تو مختصر بھی نہیں کہ اب جانبِ در نظر بھی نہیں تو چھ دیکھ لینا کہ سر بھی نہیں اُنہیں رحم اس حال پر ہی نہیں
---	---

زمانے میں معشوقِ بے نیل  
ساتے ہیں پر اس قدر بھی نہیں

یہ پڑھ پڑھ کے روتی رہی زار زار کہا تجھ پہ صدقے میں سو جان مجھے حکم دے تو ابھی جاؤں میں رفاقت کو حیلہ بھی موجود ہے پہنچ جاؤں گے تا بہ حج لاکلام گمراہے رفیقانِ بہت شمار	یہ دیکھا تو گویا ہوئی بہت زار جو کرنا ہو کر اب وہ اعلان اُسے ڈھونڈھ کر ساتھ لائے بہر نوع یہ حال مسعود ہے کہ معلوم ہے سب نشانِ مقام کسی پر نہ یہ راز ہوا آشکار
---	--

وہ یٹتی ہی دل میں کھٹا ہوئے  
روانہ ہوئے جانب شاہ دین

غرض ختم حجب یہ فسا لے ہوئے  
پہ رات گزر رہی وہ ساری خیرین

### راہِ ناز

کہہ بچا نہ ہو رشک بیت الحقیق  
بہت چھوچھو کر مین آیا ہون آج  
تہ تہلاؤں کیو نہ مارو درخوش گم  
کلہاڑی تھلا تھلا چھا پسچ پر  
ناز شہیدان پڑھی مہر نے  
شعاع ن نے پھیر اسلام اخیر  
چلے گھر کی جانب تھلتے ہوئے  
سراپا مصیبت سراپا محن  
گل رخ مین لیکن سیادت کی با  
پھٹا بہ طوف شکل گل سپر ہن  
سفر کے مفسا بے زار و تزلزل  
لگا ہون مین وحشت کو انداز سب

پلا ساقی اب وہ جام عقیق  
شتاب تھ فلک ستایا پہ آج  
لگا دے دے منہ سے تو ختم کے تھ  
ملے وقت دونوں گیار دن گزر  
کھلے سر لرزرتے ہوئے بیچ کے  
گیا سجدے مین آفتاب مینر  
نازی جو سجدے چلتے ہوئے  
طاراہ مین اک غریب المطن  
گریبان دریدہ ٹکستہ لباب  
چنچھہ غارتلوؤں مین زخمی بدن  
جمی گرد چھپر پہ تن پر غبار  
جنون خواہ اس کے دسار سب

ہوئے جمع لوگ اُسکو جو دیکھ کر  
 کسی نے کہا ہے جو یہ سکون  
 کوئی بولتا ہے کوئی مردِ نجیب  
 ہوا حرفِ زن کوئی یہ کچھ نہیں  
 بھبھوت اپنے تن پر رانی ہوئے  
 تلاشِ دلا رام میں سینہ چاک  
 پریشان بالوں سے آشکار  
 یہ کہتی ہے چستوں کی پیار ہے  
 اشارہ بہ تیور کا ابراہیل دید  
 دکھاتے ہیں یہ دیدہ انتظام  
 رخِ زرد کے رنگِ سحرِ عیان  
 لبِ خشک کی سب ہوس کا  
 کفن کا یہ دوشِ اظہار ہے  
 یہ کہتی ہے گمِ ویرہ جست  
 ہوا اشکِ گلزار سے یہ عیان

وہ تکتے لگا اجنبی سا ادھر  
 خدا جانے کب سے اُسکو جنوں  
 پڑی کوئی آفت ہوا یہ غریب  
 کسی کا ہے شیدا یہ نڈیلین  
 فقیرِ دن کی صورت بنا ہوئے  
 شب و روز اُڑتا ہر شہر کی خاک  
 سب مرغِ دل اسکا کسی کا شکا  
 کسی کی محبت کا آزار ہے  
 کسی تیغِ ابرو کا ہے یہ شہید  
 نگاہیں میں شتاق دیدار  
 تپِ شوق نے کر دیا ناتوان  
 کہ چو سینِ لبِ نیشین یا  
 کہ ہر وقت مرے کو ملتا ہے  
 مٹی خاک میں مل کے یہ آبرو  
 ہیں مرگانِ غم جو سے خوش کام

نگاہوں کی حیرت سحرِ ہر آشکار  
 یہ سینہ کے داغوں سے ظاہر ہوا  
 ہنسن اور اس لاغوی کا سبب  
 یہ گرد اور یہ جستگی بہ گواہ  
 یہی ذکر کرتے تھے برناؤ پیر  
 وہ چلتا ہوا سانپ اک ہاتھ میں  
 وہ پگڑی بری سر گھٹاؤ ہو  
 عمامہ کے اندر کلمہ پر شکن  
 وہ ریش مقلع کھنی بسکمان  
 وہ کہہ کہہ کے یا حق تڑپا آئے  
 اُسے فکرِ تلبیس میں گہو منا  
 وہ احسان فراموشِ ناخوشنا  
 قرشی نہ وہ نسلِ سادا سے  
 نقشِ سج سے ہر دم شکنجے میں وہ  
 رگڑنا تھا چمکے پہ حیلہ ساز

یہ بہت آمینت وارِ زمین نگار  
 کہ کل کھا کے آفت سے بامبر ہوا  
 کسی کے ہر موہ میں بے طلب  
 کہ آیا بت چل کر دیو کی بند  
 اوہ ہر ہو کے خلا یہ راکتیر  
 شیطین بھی یک روہ ساتھ ہیں  
 مشائخ کی صورت سے بامبر ہو  
 ہری گمانس کریتے چلتے لیکن  
 کوئی جس کی تھی بہت یا سبانا  
 تذبذب کے واسے کو چپا آئے  
 وہ نیچی نگاہیں مگر جو مس  
 خلف سر پہنے ریا کا لباس  
 مگر خوش خوش شام کی ہر بار سے  
 گرفتارِ نخت کے پنچے میں وہ  
 کہ گھٹا سے انہیں بامبر ہوا

حماقت کے فن میں عظیم المثال  
 نہ بولا کبھی لفظ کوئی صحیح  
 کہ یہ ساری نخوت ہی میراثِ جد  
 اُسے کالے مینڈھے کی ہر دم کلاں  
 تر پچھلے کہا مرغِ لاؤ غنبد  
 بھوانی کے بکرے اُسے جلال  
 تیلے کے مٹے ہوا کہا کمرست  
 دلا رابیت کالی دیسی کا وہ  
 غازیل کا وقت پیری مشہر  
 پیرا جس سے ایمان میں کھنسل  
 جھوٹا اُسے نقش و اعمال کا  
 کہ میں فطرتی ساری نفع و ضرر  
 نہ کچھ عشق مولا غلی سے اُسے  
 اُسے زندگی ماؤ من سے محال  
 نبی فاطمہ سے عداوت اُسے

نہ عالم نہ وہ کوئی صاحبِ کمال  
 لیانت تو یہ دایا فصیح  
 یہ اہلبار کے سے باجہ رکھ  
 و سدا کے پور کا ہوا تیل ماش  
 کہ لونی سے کچھ امید  
 پیر پیر بھون کی دستِ کمال  
 بنا شیخ سے وہ وہ بزرگست  
 برادرِ برادر شیخ بخاری کا وہ  
 وہ فتنے کی پڑیا وہ قامتِ نقیر  
 اُسے یاد دو چار سفلی سل  
 نہ تصدیق مرشد نہ یادِ خدا  
 پیرانین نہیں بے یقین کچھ اثر  
 نہ الفت خدا و نہ ہی سے اُسے  
 وہ دنیا کا عاشق اُسی کا خیال  
 حسد نفس و شیطان سے الفت اُسے

نے ساتھ ایک بوریہ کے ریا  
 ہوا وہ ہوس کا وہ ہر دم غفل  
 جو دیکھا اب اک مرد جو عشق  
 و سب آکے اس وقت اس کا  
 کہا قاف سے آ رہا ہوں بھی  
 کہا اس کا شہر ہر اہل ہر نام  
 کہا ہے یہاں کا جو شاہ چہا  
 کہا آج بشریف رکیت یدین  
 یہ سنکر چلا وہ جہتہ صفات  
 پکارا تو ہر سے کوئی نہ جو جان  
 خبردار جانانہ تو اسکے ساتھ  
 وہ اک مدد چالاک و عیار  
 ملا ہے اسے ورنہ مخرود کا  
 نہیں مگر سے خالی یہ کیفیت  
 یہ سنکر اوپر بچر اسے نظم  
 کہا اس سے یہ بعد تفتیش حال  
 اراکین دولت کو لیکر تمام

فقیہ کی بوست بھی نا آشنا  
 خدا خلق دو لون کے اگر نسل  
 رہا پافا سب رہو عشق  
 کہا ان سے تو آتا جو اہل ہر  
 ہے کیا نام اس شہر کا شاہی  
 یہ کہتے ہیں آپ کا کیا کام  
 مجھے اسے ملتا ہے ہر کا نام  
 سو کو وہاں سے چیدہ چیدہ  
 کہ ساتھ سے سب سے کچھ لڑا  
 کہ اوتمہ مشق جو رستہ ن  
 بہت روک کا اہل پر رکھتا ہے  
 بہت سخت ناہل و مکار ہے  
 ابو جہل ہے نام ہر دو کا  
 تو کہہ دیتی نگر منزل آرزو  
 ہوئے کرد اس کے امیر و فقیر  
 کہ اس وقت وہ شاہ قدوسی  
 لب جو چاہا ہے دربار عام

کہ میدان کی چاندنی پر پسند  
 بنیں روک ٹوک اسکی بکریں  
 کسی واسطے کی ضرورت نہیں  
 عنایت پیش آتا ہے بمقیاس  
 چلا سو سلطان میر و وزیر

دین ہو گا خضر و ارمبند  
 چلا جا اسی دم تو دربار میں  
 وہاں کچھ نازش کی جٹ نہیں  
 محبت سے جاتا ہے جو اسکا پاس  
 یہ نکرہ دل دے دے لکھنوی

### حسرت

ابد تک رہے جس روشن دماغ  
 بنا دے مجھے جان پر پیغام  
 کہ یوہن ہر تقدیر روزِ ازل  
 لگا ڈالنے زعفرانی نقاب  
 سیاہی سی ہر سمت چھپا لگی  
 جلایا فلک سے چپ داغِ قمر  
 ہے اک مجھ سے نازِ جلوہ گر  
 فرستادہ خلاص رب قید  
 سبامت تبارخ و لپسہ مر  
 کہ برتوت بجلی بنی موجِ آب  
 حلیب خدا و لڑتِ انبیا

پلا اب وہ می میرے ساقیِ ایام  
 اٹھا جامہ روحِ رواں  
 چکا وہ جس لہجے خوش گل  
 شہرِ گل آفتاب  
 شفق کا ہوا شمع چھپانے لگی  
 ستارے ہو کر چھپ جلوه گر  
 میانِ جہان شکرِ قمر  
 وہ محو ہے ان بشتِ ناز  
 زالتِ روضہ میں جا لکیر  
 نوبتِ بے تاب  
 وہ محبوبِ خدا ہے نہ انبیا

بین ہوا انسان ایسے جیہ  
 وہ مشرق معلّا کی شان علا  
 ازل سے ملی اسکو یہ برتری  
 عروج سے بام اشد بہت  
 وہ گہو نگرست کچھ بال ایچے ہوئے  
 سیاہی میں وہ زلف کا زکاول  
 جو بستے میں خوبون کی تصویر  
 نہ کیوں اس جبین کی کرین نجم  
 عجب و شنی ہر عجب آت تاب  
 یہ لوح دو عالم کی نفسیر  
 تجلی گہر حسن زیبا کے حق  
 زیارت گہر خاص حسن قدیم  
 وہ روشن گرداں کشادہ جبین  
 ہے خط جبین سے عیان لہر  
 یونہی کا تے ہیں یہ ضمیر تمام  
 وہ ابرو قیامت کی سفاک خلق  
 چڑھ تو نظر پر کوئی بڑھ گیا

مگر کایم نور کی سبب شبیر  
 بہان تک نہ پہنچیں قباہت کا  
 کہ حاصل ہو کوئین کی روری  
 وہ سرمایہ خف جاوید بہت  
 کچھ ایچے ہو کر کچھ وہ ایچے ہوئے  
 شب ہر بھی جس سے ہو غفل  
 مگر نے میں عاشق کی تقدیر  
 کہ ہر آسان جہالت کی بدر  
 کہ ہر سجدہ کاہ ہبہ و کتاب  
 جو پیش آتی ہے اس میں تیر  
 بیاض جلال داں آستان  
 امانت کہ نور سبب سریم  
 یہ تعلق سبب سے ہے تیر  
 نہ خط کچھ کیا خط لکھ یہ  
 کہ تقدیر ہے ان کی ان کی  
 ہمیں خوف حق ہر گز کیا غفل  
 جو بستے تو نہ سے کچھ بڑھ گیا



وہ چشمِ صنون گراوا آئین  
 صاحبِ ہستی شرارتِ شفیق  
 غصہ کے ہیں وہ لالہ و ڈیوگر  
 وہ ترچھی نظر کس بلا کی شیر  
 نہ بیٹھی کبھی چپ سے گھر میں یہ  
 لگی سر سری ہو کئی کار کر  
 کبھی دیکھنا پشتِ پاکی طرف  
 تنافل سے پہلو کبھی دیکھنا  
 وہ بانگینِ ادا میں وہ ترچھی نظر  
 شب و روز رہتی ہیں اس ناکمین  
 کی کو نہ بھر کر نظر دیکھنا  
 اوہر دیکھنا ہوں جاہر دل جل  
 شب و روز چہرئی ہر ساغوب  
 وہ گوشہ میں مست و شراب  
 اڑی گا دین کے سہاڑ حسن  
 کئے صیدِ عشاق کے مرغِ ہوش  
 کبھی موجِ محبتِ بنی

کہ بے سرمہ رہتی ہیں وہ گمین  
 قیامت ہر دمسازِ فتنہ رقیق  
 ابھی نکلے ہیں خونِ مٹی بکر  
 کہ بجلی گراتی ہر دکھلا کے تیر  
 بناتی ہے گھر جا کے پتھر میں یہ  
 وہ برجی کی برجی نظر کی نظر  
 کبھی سینہ با صفا کی طرف  
 وہ لٹکا کے کیسو کبھی دیکھنا  
 جو پھیرن چھری حلقِ عشاق  
 کہ ملکر ملا میں کسے خاک میں  
 اوہر دیکھتے ہی اوہر دیکھنا  
 یہ طلب کہ ایس میں کچھ نو چل  
 کہ ہر ساقی جامِ عہدِ الست  
 مگر کام سے اپنے ہشیار  
 بنی گاہ طاؤس طن از حسن  
 پھری سو بومستِ عیشوہ و زو  
 کبھی شور و ریائے الفتِ بنی

دکھائی روانی یم ذوق کی  
 بنی گاہ بلغِ حقیقت کی بو  
 سونگھائی شمیمِ ریاضِ است  
 بنی صیقل تیغِ خوبی کہین  
 کسی سے کیا دور لاف و گزاف  
 کبھی بن گئی وہ کسند امید  
 کبھی بامِ وصلت پہ پہنچا دیا  
 کبھی ترش تیغِ قاتل بنی  
 کہ جبکو وہ سفاک اشارا کرے  
 کبھی دامنِ شتِ وحشت بنی  
 کسی کا کیا جامہ تنگ چاک  
 بنی گاہ دربانِ بابِ کرم  
 جو مغرور آیا گرایا اوسے  
 یہی فاتحِ بابِ اُمید ہے  
 عجب رنگِ مینِ ہریہ ڈوبی ہوئی

سنائی صدا گریہ شوق کی  
 بنی گاہ گردِ رہِ آرزو  
 کیا منزلِ عشق کا بندوبست  
 پری بن گئی شیشے میں اُتری کہین  
 کسی کا کیا دل کا آئینہ صاف  
 کبھی رشتہ آرزو ہاے دید  
 کبھی جلوہ یار دکھلا دیا  
 کبھی بحرِ حسرت کا ساحل بنی  
 یہ تلوار کئے گھاٹ اتارا کرے  
 کبھی تارِ دامنِ جست بنی  
 دیا گاہ خلعت کا لمبوس پاک  
 بنی کہہ عصا ضعیفانِ عہد  
 جو عاشق گرا تو اٹھایا او  
 کلیدِ درِ گنجِ توحید ہے  
 کہ باقی مہین نام کو بھی مولیٰ

جو دل مل گیا خوب توڑا اُسے  
 وہ کھینچے ہوئے تیرے مگر گامی صفا  
 انھیں سو جیتی ہی بہت دور کی  
 وہ یلکین ہیں یا پردہ حُسنِ مین  
 وہ بینی کہ نفثِ طوطیِ جل  
 اگر یہ نہ جو حُسنِ سب خال ہے  
 وہ رو نگارین بہارِ جمال  
 وہ رخسارِ نازک وہ رنگینِ خدا  
 وہ آئینہ صورتِ لم نزل  
 وہ بدرِ جسمالِ رخِ تاباں  
 وہ رخِ مطلعِ صبحِ حقِ یقین  
 وہ رنگتِ گلابیِ نزاکتِ بہری  
 حسین اس قدر وہ مہرِ دلنواں  
 وہ تابندہ رخِ صورتِ مہرِ نور  
 نزاکت کا اُسکے یہ شہوہی آج

غرض جسکو تاکا نہ چھوڑا اُسے  
 کہ ہوا سترِ قدسِ حجابِ ہف  
 کہ چوکی پہ بینِ شبہ نور کی  
 کہ مدت سے پروردہ حُسنِ مین  
 صفائی میں نہرِ لبِ منفعِل  
 غرض چہرہ حُسن کی ناک ہے  
 گل بوستانِ کمال و وصال  
 ریاضِ لطافت کی تازہ بہار  
 صفائے دل اہلِ حسنِ عمل  
 وہ مہرِ جلالِ خداوندگار  
 صبحِ شگفتہِ لمحِ حسین  
 کہ جیسے کوئی نیکٹری ہو دہری  
 کہ خود حُسن کو اس کے جلو نیاز  
 تجلی وہ شعلہ شمعِ طور  
 کہ شرمستے ہیں جس سے ناگِ فراخ

وہ مہرِ سعادت وہ بدرالبحر  
 فرزان ہے ایسا کہ نزدیک و دور  
 گل جان کا پہلا ورق ہر پہی  
 وہ لبہاے معجز بیان و فصیح  
 کرین کیون نہ عشاق کو پھر حلال  
 وہ ابرگہاں شیرین زبان  
 فصاحت کے دریا کی یکتا نہنگ  
 کہ جو وہی ہو یہ ہے خستیا  
 عصاے دل اہل محبت ہو یہ  
 جو کہدی ہنہیں اُسین کچھ شک و شبہ  
 وہ گوشِ حسین راہِ دارِ نکات  
 و مہرِ معرفت کے وہ دوکان ہین  
 وہ گردن کہ اہل صفا منفعیل  
 نہ کیون قربت حق ہلکے سیرید  
 بھربے گول بازو وہ عالی و قفا

وہ شمعِ حقیقت و شمسِ انوار  
 برابر اسی کا ہے آنکھوں میں نور  
 سرِ خفہ صنعِ حق ہے یہی  
 بہرین جنگے اعباز کا دم مسخ  
 کہ بے پان کہائے وہ تہی بین لال  
 کرے جو کہ سرِ نیرِ کشتِ جہان  
 کرے قافیہ جو بلاغت کا تنگ  
 کہ ہے سیفِ حکمِ خداوندگار  
 کلیدِ دریا ب رحمت ہے یہ  
 اسے لوگ کہتے ہین منشا غیب  
 سنا کرتے ہین جو محبت کی بات  
 عقیقِ سماعت کو وہ کان ہین  
 صراحیِ بلور جس سے تجل  
 کہ ہے یہ گدراگاہِ حبلِ الوریہ  
 کہ ہو اہی آسمان ہی تبار

یہ نازک کھالی کا اُس گل کی نگ  
 وہ چوہ جوش اوق کا دستگیر  
 وہ پنجہ کہ جس میں خدائے کار  
 وہ ناخن کہ مہرِ سپہ کمال  
 نشانے پہ جو زینِ اگر تیر کو  
 غضب کی وہ گرمیِ حسنِ شباب  
 نہ کیوں اوست مگر ہو خوش ہر حال  
 اسی عالمِ وجد میں وہ جوان  
 ستاروں کے مانند میر و وزیر  
 یہ دیکھا تو وہ بے نظیرِ خیز  
 مگر روکنے کو اُسے کچھ شیر  
 نہ روکے رُکا پر وہ کمینِ دلیر  
 سجون کو ہٹا کر وہ عالی وقار  
 او اگر کے سارے رسومِ نیاز  
 اٹھا شاہِ عالم اٹھایا اُسے

نصوَر بھی پھولوں کا ہو جیکونگ  
 کہ پنجے میں جبکہ دو عالم اسیر  
 وہ قدرتِ سلیمانِ نجسِ سمور  
 بنائیں جو ہر دم نیا اک ہلال  
 بنا دین وہ تقدیر تدبیر کو  
 کہ جیسے دلِ قدسیان ہو کیا  
 کہ خوشبو ہو وہ دونوں عالم میں  
 مودب گیا پیش شاہِ جهان  
 فراہم ہیں گردشِ دستگیر  
 بڑھا بہرِ پابوسِ سلطانِ دین  
 کہ جانے نہ پائے اُدبِ بے نظیر  
 کہ ہوتا ہر شیر وں کا بچہ بھی شیر  
 گیا پیشِ محبوب پروردگار  
 ہوا وہ قدمبوسِ شاہِ حجاز  
 گلے سے اوسیم لگایا اُسے

کہہ تجھ پہ کیا ایسی آفت پڑی  
 کہا میں ستم دیدہ ہجیر یار  
 کبھی تہا شب و روز نہ گرم ناز  
 ہو بابِ غفلتِ داخلِ بیان  
 یہ کہکڑ سنایا سب احوالِ خواب  
 کہا اس شہنشاہِ دین نے کہ مان  
 مجھے ہی دکھایا اسی نے یہ خواب  
 وہ آرام سے دل شکستہ بہت  
 وہ جو کچھ کہے دل سحرنا قبول  
 جھنوری ہوئی ہے جو حالِ تخر  
 مرا مایہ ناز و عشرت ہے تو  
 بسر کر مرے ساتھ آرام سے  
 یہ کہکڑ بٹھایا اسے جائے صدف  
 غرض جتنے موجود تھے اہلِ دین  
 اسی طرح ہر ایک میر و وزیر

کہ طے کر کے آیا یہ منزلِ کڑی  
 اماں خواہ آیا ہوں با حالِ زار  
 پر اب ہوں اسپرِ طلسمِ بجاز  
 نہیں لمبا اب غلصی کا نشان  
 وہ ارشادِ محمدِ ہدایت مآب  
 میں پہلے سے ہوں واقفِ آستان  
 کہ اتنے ہی کر نکلتے فیضِ یار  
 ہے تیرا ماستِ خستہ بیت  
 کہ ہو وصلِ محبوبا و سکونِ حصول  
 بنا دوں گا انسانِ کامل تجھے  
 یہاں صدرِ بزمِ محبتِ جرقہ  
 چمکا دوں گا توحید کے جام  
 رخِ زرداوس کا کبارِ شکبہ  
 لے اس سے با حسنِ صدیقین  
 ہو احکمِ حاکم سے فرمانِ پذیر

جلیل حسین عالم دینی وقار وہ شمع ہدایت میں رہنے لگا	رہنما اُس کو شہِ فردی شہما جو گزری تہی ل پر وہ کہنے لگا
---	--

### بشارت و تصدیق

پلا سا قیابا وہ وصل یار وے جا وہی مایہ اختصار چمکا چمکا جو بامِ بشارت آج شب وصل آئی گیارہ ہجر افق پر شام ہی مابتاب درختوں پہ چاندی سی چہ نہ لگی رو پہلی کرن آسمان پر تمام پڑی پانی پر چاندنی کی جھلک وہ مل مل کے ابرک شعاعِ قمر برسنے لگا فیروزِ افلاک سے ہوا اس قدر روشن ہو کہ بنے آئینہ سارے دیوار و در	کہ ہو چودھویں شب کی دہلی ہمار ازل سے ہون میں تیرا محبوبِ خاص بنا کامل اپنی عنایت سے آج مبدل ہوا ساز سے سوزِ ہجر وہ چمکا اٹھا کر بسنتی نقاب بتلی بھی اٹھلا کے بڑھنے لگی اڑا سنے لگی ریزہ سپرِ خام وہ کہنا نہ لگی موجِ دریا چمک چمکے لگی سطحِ آب پر تھلی اُسنے لگی خاک سے بنی بہ کرن تارِ بارانِ نور سفیدی پہری ہو رو بام پر
--	---

بجلی کثافت کو دیکھنے لگی  
 نظر آتے ہیں ٹیکے جو ادھر  
 بلندی پہ اب بدر آنے لگا  
 بہت تل بنے دیدہ حورین  
 جو تھے خاص خاص و معمولی  
 پکڑ کر ضیاء الہکشان کی کند  
 ضیاء چمکی داغ جلک کی بہت  
 اندھیر کو سایہ رستے لگا  
 ہے اس ناز سے چاندنی جلوہ  
 بجلی سے واوی یہ معمور ہے  
 وہ پہول اجلے اجلے ہرچہ سنے  
 کو کھلتے ہیں اس وقت کیسی بہا  
 چمک ریگ پر صحن بلور کی  
 یہ عالم جو دیکھا تو شکل کتان  
 شعاعوں سے اڑنے لگی جو شر

مکانوں پہ قلمی سی ہونے لگی  
 وہ کوہ صفا بن گئے رُسبر  
 ستاروں کو نیچا دکھانے لگا  
 بہت چھپ گئے چادر نورین  
 وہی کچھ جھلکتے رہے دور دور  
 گئی تاسیر بامِ بخت بلند  
 بڑھی کوچِ پرداغِ قمر کی بہت  
 درختوں پہ جو بن برسے لگا  
 کہہ سکتے کے عالم میں ہے ہر شجر  
 کہ موج ہو اوجہ نور ہے  
 کٹوری سی چاندی کی سر پر  
 کہ ہوں ٹوٹ کر جن پہ یارِ شا  
 بچھائی ہوئے چاندنی نور کی  
 ہو پارہ پارہ دل عاشقان  
 سوئے چرخ اٹھے کبک پر کہوں کہ



لگے ہو کئے اٹھ کے کتے کہین  
 ہر اک حاسد ایسا ہی بکتا رہا  
 مٹا رفتہ رفتہ وہ شور و غیب  
 چکنے لگا سر پہ بدریں سر  
 سپے لطف نظر اے نورِ ماہ  
 طبقِ مین زبرد کے دُر شاہوا  
 ملک ٹپکے چاندی کا باند ہے ہو  
 وہ بھیگی ہوئی آپ رحمتِ کرات  
 وہ شبِ نیم کی خنکی وہ ٹہنڈی جوا  
 وہ شاخون کا جھکنا لچک کر کہین  
 وہ بدن میں چاندنی کا سامان  
 نجوم و انکار کا وہ عکس آبِ من  
 وہ ہر سمندر چھایا ہوا نورِ بدر  
 بھری نور سے ڈالی ڈالی تمام  
 نہ کوئی مصائب نہ کوئی مشیر

مچانے لگے شور کوئے کہین  
 مگر بدر تابان چمکتا رہا  
 گئی تاکر زلفِ لیلائے شب  
 بنا قبتہ نورِ حسنِ مسیر  
 چڑھا بام پر وہ شہِ عرشِ جاہ  
 قمرِ حن کے لایا برائے نثار  
 پھر اگر داس شاہِ ذیجاہ کے  
 کہ تر دامنوں کی ہو جس سنجاست  
 وہ اشجارِ آبِ روان کی فضا  
 وہ لہروں کا اٹھنا چمک کر کہین  
 وہ شبِ نیم کا گردِ نسکے کچھ کچھ دھوا  
 وہ پانی میں جلتی ہوئی شعلین  
 وہ شبِ لیلۃ القدر کو جسکی قدر  
 وہ اعتبار سے بزمِ خالی تمام  
 حضوری میں حاضر فقط بینیطر

وہ اشعار پڑھنا چکتے ہوئے  
 ہوا اسکے اس شاہ دین کو سوسو  
 وہی ساقی جامِ عرفان بنا  
 میسر ہوئی قسمتوں سحر یہ رات  
 وہ ساغر یہ ساغر چڑھاتے گئے  
 لُند ہے خم پہ خم اور سُبُو پر سُبُو  
 بہت دیر پیتے پلاتے رہے  
 ہر اک اشکِ شادی پہا لگا  
 ہوا نشہ بخودی کا یہ جوش  
 محبتِ دلی کو مٹانے لگی  
 بنا بسترِ عیشِ حُسنِ قبول  
 چمکنے لگا چہرہ اُس کا  
 کلی آرزو کی جپٹکنے لگی  
 مستِ مینِ ہدمِ نینِ شوق کی  
 گلے سے لگی مدعا کی اُمنگ

وہ خاص اس کے جلے پھر کتے ہوئے  
 لگا چلنے دو بر شرابِ طہور  
 وہی قاسمِ آبِ حیوان بنا  
 پیالے کے دو لونِ نر آبِ حیات  
 لگا مار سنی بڑھاتے گئے  
 دھلی جا سے ہر دم ہی آرزو  
 محبت کے نشے جاتے رہے  
 لبِ جامِ ہنس بکرو لگانے لگا  
 کیونکہ باقی رہا اپنا ہوش  
 تکلف کا پر وہ اُٹھانے لگی  
 بچھانے لگی شوخیِ ناز بھول  
 لگا ہون میں رنگِ آگیا وید کا  
 وفا پکڑی سی چمکنے لگی  
 مرادون میں بواگنی ذوق کی  
 بندہ حاضرِ آہ و زاری کا

فم دل کا چلتا ہوا از دھام  
 خوشی غالب ہو گد گد اسنے لگی  
 ملی تازہ ہو گئیو سے پار کی  
 ہوس دل میں پہلو بدلنے لگی  
 سکون و درد دل سے ہوا بکنا  
 طرب آکے تشویش کو ہوش لگی  
 دل و سینہ کے زخم بہہ لگے  
 ہوا شریک کا ضبط پر دسترس  
 یقین نے اٹھائی گمان کی نقا  
 شک و ریب روپوش ہوئے لگے  
 نگاہیں لگیں کہنے پیغام شوق  
 اے بے بڑھیں لگے گستاخان  
 راوے نے داؤن چلنے لگی  
 بڑا گرمی شوق سے سادہ جان  
 طبیعت کی شوخی نہیں دوسم

فلق نے کہا دور ہی سلام  
 مسرت سی چھڑو پہ چھان لگی  
 کشین تیریاں بند افکار کی  
 نکلنے کو مسرت مچلنے لگی  
 تسلی ہوئی مونس جانِ زرا  
 بغلیں تسکین ہونے لگی  
 اُٹنگون کے جو بن بچھرنے لگے  
 بڑھا جوش میں آکے دست ہوتا  
 نظرائی ہر آرزو بے حجاب  
 مقام ہم آغوش ہونے لگے  
 تمنائے چو سالب جامِ عشق  
 مرادین لپٹ کر ندین وصال  
 وہ برسوں کے ارمان نکال کر  
 عرق بن کے ٹپکا جبینِ نیاز  
 رکاوٹ کی باتیں ہو بیجِ عدم

ملا سازِ تقدیر سے سازِ وصل  
 منہجِ بخشِ تو فیض ہوئے لگی  
 آسودگی خوب پیہم رہی  
 نہ باقی رہی دل میں کوئی تپ  
 یہ سُکرِ بنا خود فراموش وہ  
 سنبھالا گامِ ضبطِ چالاک نے  
 کہا شہ نے اے مایہِ خفاص  
 رہی اسکی نقدِ بقا کی نیک نام  
 ملا ہے مجھے حکمِ مہرِ نیر  
 خدا نے ویسا بے رنجے بے ریا  
 ازل سے ہے تو عاشقِ زارِ حق  
 چلے گا ترا حکمِ افساقِ مین  
 تری دم سے پھیلا گا دنیا میں جو گ  
 تجھے ہم نے عالم کے دوسن سزا  
 علامہ برینِ میثار اہلِ دین

بجارِ دوسے میں نغمہ رازِ وصل  
 تصور کی نقدِ بقا ہونے لگی  
 وہی خلوتِ انسِ محرم رہی  
 عنایتِ پکاری کہ اشدکس  
 ہوا جوشِ مستی سے بیہوش وہ  
 بے چہیتے آبِ رخِ پاک سے  
 ازل سے ہی تو میرا محبوبِ خاص  
 مین تیرا ہی ہو کر رہو گا ندام  
 لقبِ دون تجھے عاشقِ منظم  
 ولی۔ عھدِ کدِ تا ابد کر دیا  
 ہوا آج صدِ شکرِ فقارِ حق  
 کہ تو صد رہی بزمِ عشاقِ مین  
 کرینگے ترے نام سے عشقِ لگ  
 مرید اور ہر دم تری جانِ ثنا  
 تری دم سے پائین گئے باہِ یقین

کرینگے تری پیروی خاص و عام  
 پڑھے گا جودل سے اسے اکیبار  
 زہے رحمت اے عاشق ذوالجلال  
 تجھے احتیاج و عا کچھ نہیں  
 بشارت دے جائے وہ بشر  
 کہ یارب کہان میں یہ حجت کہاں  
 اسی نکر میں غرق ہو وہ حسین  
 جو دیکھتا ہے غور سے اکیبار  
 کہ مہرِ سر کے اس دسین  
 بچھ دیکھا تو وہ عاشق پاک باز  
 کھا گر کے قدموں پہ اسے پاک ذات  
 اسی کی رہی آج تک دوڑ دھوپ  
 ازل کی وہ باتیں بھی کچھ یاد ہیں  
 خلیف نہ رکھتے روا اسے کریم  
 بچھ کسو اسطے رنگ لائے حضور

کہ ہر وحی و احسام تیرا کلام  
 وہ ہو گا ولی صاحب اختیار  
 کہ خود منتظم اب ہے تیرا خیال  
 کہ مرضی پہ تیری ہر بات میں  
 تجھ میں ہے خضر و منظر  
 کیا جس نے محبوب رب جہان  
 کہ یاد آئی اسکو لوح یقین  
 تو یہ راز اس سے ہوا آشکار  
 تجھے آزماتا ہے اس مجلس میں  
 پھر اگر داسکے زروئے نیاز  
 بھلا اس میں پرد کی تہی کون بات  
 یہاں آپ بیٹھے ہیں بدیہ رب  
 محبت کی گھاٹیں بھی کچھ یاد ہیں  
 کہ ہوں اچکا آتش شافت دم  
 کہ اس جلوے میں آج آئے حضور

<p>یہاں آپ بیٹھے ہیں اس صحن میں          جزا سکے کہ چکر میں کہاؤں ضرور          دکھانا ہے کون بابِ سچا          محبت کا نقشہ جایا یہاں          کہ لکر نچے لچلون اپنے دیں          تجھے مجھ سے دن حاصل کائنات          مرے ساتھ پہنوسو قد چل          بڑے چین سے تا اب دگر بسر          وہیں آ رہیں گے تیری بے غنق          نو پڑھنے لگا وجد میں <b>منقطع</b></p>	<p>بلایا مجھے قدس کے دیں میں          بھلا اس میں کیا مصلحت تھی حضور          کہا میں نہ آتا جو احوش صفا          فقط تیری خاطر میں آیا یہاں          اسی واسطے میں نے بد لایا یہیں          سحر ہو تو کہو لون میں بابِ نجات          کہ زادِ سفر ہو و حسنِ منہل          پہنچ کر تو اُس منزلِ عشق پر          وہ اہلِ محبت وہ اہلِ طریق          ساجب پیدا رشادِ مہرِ نیر</p>
---	--

## غزل

<p>وہ خود لینے آئے خبر دیکھئے          وہی آج میں نامہ برد دیکھئے          کسی کا وہ کہنا اوہر دیکھئے          ذری اپنی ترجیحی نظر دیکھئے</p>	<p>محبت کا جذب و اثر دیکھئے          کبھی جنکو کہتے تھے ہم شوق دیکھئے          کسی کا وہ منہ بند کر دیکھئے          کبھی میری قسمت کی پہر دیکھئے</p>
---	--

<p>اسی پر ہے تازہ سفاہِ کرم  یہاں کمین بہت دن بہتین فرسراہ  کوئی عشق کہتا تھا کوئی جھون  وہ آہزے بات کی بات میں  بہت خوبصورت ہیں یوسف مگر  اس آئینہ خانہ میں حیرت ہے یہ</p>	<p>میں ٹرپوں اور ہر آپ دہر دیکھی  وہ آئے ہیں اب راہ پر دیکھے  بتاتا ہے کیا چارہ گرد دیکھے  وہ طول اور بہ مختصر دیکھے  ذرا آپ کو دیکھ کر دیکھے  کے دیکھے اور کہہ دیکھے</p>
---	---

نہیں کہوتے آنکھ کیوں غمظیر  
وہ آتا ہے کوئی اور ہر دیکھے

## باب نجات

<p>پلا اب وہ می ساقی پاکذات  اچھوتی دے وہ دختر زنجے  بنامست و بخود مشاغبِ نیر  اٹھا جام کہ بلند رنجِ لال  دہی خوب میں جو کہ تہی بہت  وہ مدد کر کہ دوینِ محبت میں ہم</p>	<p>بنے حلقہ جامِ بابِ نجات  کہ ہو دم پہ قابو و عا دون سچے  کہ دیکھوں میں ان پڑ ہی عالم کی سیر  کہ دنیا سر اسر ہے خوابِ خیال  غمِ منیت نگو نہ کچھ فکرِ ہست  کہ رہتی ہر شادی نہ رہتا ہر غم</p>
---	--

<p>             انا الحق۔ کہے ذرہ ذرہ جہان              کہ پی کر اُبلتے ہیں کم طرف ہی              بھٹکنے میں بھی ہر شے سیاری رہے              قدم لڑکھڑائی میں نہ مستی میں بھی              کہ دنیا کے سب کام ہیں ثبات              نہ جنت کا غم ہو نہ دوزخ کا ڈر              جو دے لے اٹھا دے دلی کا بجا              جہان خود پرستی بھی بیان ہو              لگاوٹ نہ باقی رہے غیر سے              خیالی ہیں سارے نقش و نگار              ہے دنیا فقط ایک دھوکا نام              کھانٹک ملاحی کا قفل سنون              کہ ہے جام آئینہ رستان              صدا آہی ہے لب جام سے              رہے نام اللہ کا بے غلطی           </p>	<p>             مجھے مست کر کر تو پہونچا دیا              نہ چھوٹے مگر یہ سلامت روی              ہر اک راز کی پاس داری ہو              نہ لغزش ہو کچھ خود پرستی میں ہی              چھڑا دے خیال حیات و ممات              وہ جی دگے جو کہ یوں بخیر              اٹھا جام دے بہر آب و شراب              مری مے پرستی کی وہ شان ہو              جرم سے نہ مطلب نہودیر سے              نہ اغیار کام آئیں گے کچھ نہ یا              پلا ساغ عشق کر شاد کام              کہا تک میں افسانہ کل سنون              پلا بادہ پھر سن مری داستان              نہ گھبراؤں کیوں دور ایام سے              رہی گانہ کوئی رہا غلطی           </p>
--	---



<p> یہ وہ دور ہے جز خداوندگار  ہنیں جز ترے جو کسی کو بقا  ہنیں جانا کوئی دم کا شمار  شفق نے گرائی جو خم سے شراب  حیا مسج کی مھر کھونے لگا  چلی ٹکڑاتی نسیم سحر  سنبھالے ہو آپ کو بقیہ ظہیر  لما راہ میں حسیلہ نامور  مین جانے کو تھا خدمت شاہین  ذرا اتنی تکلیف منہ رایے  یہ سنکر چلا وہ شہ دو جہان  اُسے ہی غرض ساتھ لیکر وہ شاہ  یہ آمین تالیستہ دلپذیر  وہ سلطان عالی نسب ذی کمال  ہوئی رخصت درد و غم ناگزیر </p>	<p> کیسا بھی ہرگز نہیں استبا  مجھے ذات میں اپنی کرتو فنا  نہ ٹوٹے کبھی جام زہرین کا تار  اٹھا تھا ہوا آفتاب  دماغ ہوا گرم ہونے لگا  شعاعیں بڑھیں نشہ میں جہم کر  چلا سوے دربار مہر منیر  یہ پہ پہنچائی اس باد فانی خبر  مگر آپ ہی مل گئے راہ میں  جو اس کو بھی ساتھ لیجائیے  وہ جس جافر و کش تہی آبادان  گیا پیش سلطان گیتی پناہ  ہوئی وہ قدم بوس مہر منیر  بہت خوش ہوا بعد نقیشت خال  ہوا مور و صبد کر مہر منیر </p>
--	---

بجا کر نہ راہِ غنایت اُسے  
 کہا ہے ہی حاصلِ کائنات  
 یہ کہہ کر اٹھا جب نے وہ سب کے سب  
 ذری دور جا کر رُگشاہِ دین  
 بڑی لوح پر جو نظر اکبار  
 یہ لکھا ہے عاشقِ منطیر  
 اسی میں تو چھپا اب آغوشِ صفا  
 پڑا یہ تو فوراً شبِ منطیر  
 دکھائی دیا سانسے ایک باب  
 وہ بابِ مساوت بلند تھا  
 نگہبانِ ہزاروں پیادہ سوار  
 اوہوں نے جو دیکھا اٹھا کر نظر  
 برابر کھڑے ہو گئے اک طرف  
 قریب آگیا جب وہ عالی تبار  
 لئے ساتھ اسکو بعدِ غر و شان

دیا سو نپ گنجِ محبت اسے  
 اسے لیکے جا سوئے بابِ بخت  
 روانہ ہوئے ساتھ با صد ادب  
 کہا دیکھ اب اپنی لوحِ یقین  
 نو کیا دیکھتا ہے وہ عالی و تما  
 اٹھا جلد و امانِ مہرِ منیر  
 آئے تا بھکو بابِ نجات  
 چھپا زبرد امانِ مہرِ منیر  
 بجلی میں رشکِ سہو آفتاب  
 کہ شکل سے کلمونہ سے نظر  
 فرشتوں کا بھی ہونہ اس جاکہ ار  
 کہ آتا ہے شاہنشاہِ نامور  
 جھکے بہرِ تسلیم وہ صف بہ صف  
 قدم آکے سب نے لئے ایکبار  
 ہوا داخل بابِ شاہِ جہان

ہوئی ختم جو وقت وہ حدِ باب	نو بولا وہ سلطانِ رحمت مآب
دراو کیجھاب لوحِ ایضیٰ بنیظیر	کہ کہتی ہی وہ کیا حکمتِ دیر
یہ سنکر جوین لوحِ پکی نظر	نواپنی ہی تصویر تھی جلوہ گر
نہ اور اک شادی نہ ماتم رہا	فقط ایک حیرت کا عالم رہا

### وادی حیرت

پلا اب وہ مے ساتی مہ چین	کہ آئی نہ بجائے لوحِ یقین
وے جائے خوش پڑے جادو	بنادے مجھ مستِ علم وجود
وہ مے دے کہ ہوا سکا عینِ یقین	کہ انسان ہی ہر کتابِ یقین
فلک پر اڑا وہ سنھرا غبار	سنوڑ ہوے وادی کو ہزار
بخوم اپنی ہستی کو کہو نیلگے	جگلی میں رو پوٹس ہو نیلگے
سحر لیکے آئینہ آفتاب	ہوئی جلوہ افکن بصد بے تاب
مطلّا بجاڑ وکی وچوٹن	دکھاتی ہیں اسوقت کیا کیا مان
ہرے نخل انیر زرافشان کرن	شعاو نچی وہ کو پلون پر پین
وہ سہن پو دے طراوت بہر	وہ شفاف چشمے لطافت بہر
وہ شبِ نیم کی دہوئی ہری ہنیا	زمرود کی وہ قدرتی کلنیا

وہ پانی کا جھڑا وہ چاندھی کتا  
 سر شاخ پہ لوٹا گھٹا کہین  
 وہ گدرا پہل ہر شجر بارور  
 کہین لالہ سنجہ ساعہ و شش  
 وہ نکہرا ہوا چہرہ نو نہال  
 کہین پہل پھولے کہین مرغزار  
 جاسر و کوہی کا دگل کہین  
 وہ گنجان شاخیں شجر سایہ دار  
 کہین طائرانِ حسن نغمہ زن  
 کہین غول کے غول رنغا غول  
 پرندو کا جھڑا برنگِ سحاب  
 وہ دریا کا موجیں کہین مارنا  
 کہین غار میں جاگزین تیسندو  
 ورنندو کا جنگل میں وہ گہونا  
 کہین کند پر وہ گہنی جھاڑیاں

وہ شیشے کی چادر وہ صابنا  
 گلے ل کے نہر و کھا ہنا کہین  
 چھا پڑتا ہے جو بن اشجار پر  
 کہین زکس مست حیرت فروش  
 وہ بکھرے ہوئے سبیل تکیاں  
 ریاحین خورد کہین بے شمار  
 چرندو کا جنگل میں منگل کہین  
 پھاڑو سکے دامن میں ہنہ بنوڑا  
 کہین جو کڑی بہر رہے ہن ہن  
 پرہ کے پرے مرغِ یاقوتِ بال  
 کہین جھنڈ چڑو کھا بالائے آب  
 کھارون میں شیون کا سہکانا  
 کہین کہو میں بیٹھے ہوئے اردو  
 کہین ماتھیون کا کھڑی جھومنا  
 دو دو دام حسین ہلرون ہن

<p> چٹا نو نہ وہ چادر آب صاف  کہیں گھاٹیوں پر رندوں کا زور  وہ کیلے کا جنگل وہ آبِ دوں  وہ گلون کا چہرہ نا چرا گاہِ مین  سلمین سنگِ مرمر کی با آب و تاب  ذرا دور چل کر بیا بان مین  ملاطم ہے امواج کا استدر  یہ سب ہے مگر کوئی مرد خدا  جد نہ آنکبہ اٹھا تہ ہے وہ خبر  یہ عالم تختِ سر کا ہر بات مین  کھڑا ہے تردد کی حالت مین  کھڑا سوچتا ہے وہ نازک مزاج  ہوا محو حیرت جو وہ خوشِ عمل </p>	<p> سہ چاندی کے پتر کا جیسے غلام  کہیں ڈالیوں پر پندوں کا شور  ترالی مین لاکھوں جڑی بوٹیاں  بچا بنز قالمین حشر راہ مین  دکھانے لگین پر تو آفتاب  ردان ایک دریا ہر میدان مین  کہ آتا نہیں وہ کنارہ نظر  نہیں دیکھتا کچھ ہی اپنے سوا  تو اپنی ہی تصویر ہے جلوہ جگر  کہ جوشے ہے وہ اپنی ہی ڈال مین  سپنا ہے بہت تختِ حیرت مین  کھان لالی ہے مجھ کو تقدیر آج  نو گہرا کے پڑھنے لگایہ نزل </p>
--	---

## عزل

یہ کیا ہی ہیں خیرِ شر ہی ہیں	ہر اک شے کے نفع و ضرر ہی ہیں
------------------------------	------------------------------

ہمیں نخل و سنبل و عسبر ہی ہیں	ہمیں کوہ و وادی ہیں جواب
ہمیں مخبر حق خبر ہی ہیں	ہمیں پہل و ترخ ہیں داستان
ہمیں صاحب خانہ گھر ہی ہیں	ہمیں دیر و کعبہ خدا و منم
ادھر ہی ہیں ہیں ادھر ہی ہیں	ہمیں لامکان میں ہیں ہر جگہ
ہمیں طول ہی مختصر ہی ہیں	ہمیں دفترِ کل ہیں لفظِ کُن
تاشا ہے اہل نظر ہی ہیں	ہمیں خود مسخر ہیں خود نگاہ
قضا ہی ہیں ہیں قدر ہی ہیں	ہمیں نیست ہیں خود ہیں ہست

ہمیں نغمہ جاناں ہیں منظر  
ہمیں ذات باری بشری ہیں

اُسے لوح یاد الٰہی ایک بار	ایسی بخشش میں سرا بخدا کار
نظر آئی پہر لہنی صورت وہی	مگر وہ تو پہلے سے آئینہ تھی
لگا پوچھنے کیا کروں اب یہاں	اُسی شکل سے پردہ رنجا جوان
یہ وہ داؤدی حیرت کا ہر سب اثر	وہ کہنے لگی اسے شہ بانسہ
نہاں پر انہیں میں ہی مہر نیم	تری شکل ہر جا ہی گویا گیر
کہ تا تجھ یہ راز ہو آشکار	ملوں یہاں تو کر خست بار

<p> بے سائبہ تیرے تغیر نہو  کپڑے لے نو دامن اسی مرد کا  جو ہو ربط اوُس شاہِ دینداد  جو اس بحرِ حیرت سے جا گذر  یہ سمجھا تو وہ خسرو نامدار  بدلتا گیا جیسے جیسے وہ رنگ  نظر آئی اک صورتِ منطیس  یہ دیکھا تو وہ خسرو و جہان  جدہ سے وہ دیباہ ہو تگئے  نظر آئی اک کشتی امتحان  چلی جس گہری موجِ بادِ مراد  گئے جب کہ دمار سے مین و نیک  جو طوفانِ حسرت ہوا اشک  بدلنے لگا رنگ ہر با خدا  یہ کہتا ہے گو ہو خفا جی سے تم </p>	<p> سمجھتے سر اس صورتِ پاک  نہ اندیشہ کر گرم کا سرد کا  ابھی پار ہو بحرِ ذوق اس سے  پہنچ جائے تادشیت ہو بخاطر  بدلنے لگا حالتینِ بشمار  وہ تخلین بدلتی رہیں بید رنگ  کہ ہرگز نہیں وہ تغیر پر زور  ہوا اک طرف ساتھ اُسکروان  بہت لوگ ہمراہ ہوتے گئے  ہوئے سب سوار اس پہ باغ و شان  روانہ ہوئے سب وہ عالی نژاد  بھنور میں پڑی کشتی آرزو  ہوئے خوف سے سب کے سب قیلا  مگر ایک حالت پہ ہر نا خدا  کہ کہیں کوڈ پڑنا نہ کشتی سے تم </p>
--	--

<p>             کرب بحر ذخا رین بخیر              رہا ہرہ خسرو دین پناہ              کنارے پہ کشتی کہ لے ہی گیا              کہ اسوقت ہر بس سی میں غلام              چھنے بطح ہن کالواہن سین              جھانک لے انکو لائے کال              لگا دیکھنے لوح کو نظیر              کہ تصویر محبوب ہے جلوہ گر              جد ہر آنکھ اٹھائی اوہر ہر ہے           </p>	<p>             یکایک وہ گجرا گئے اسقدر              مگر لوح کے حب خیر شاہ              بہت کوششوں سے غرض ناکذا              کنارے پہونچا یہ پٹری صلاح              کہ جو دوتے ہیں سب بھانواہن              غرض ملے دونوں وہ عالی خصال              کنارے جو پہونچے بحکم قدیر              تو اس آئینے میں یہ یا نظر              نہ تنہا یہ پیش نظر ہے ہر           </p>
<p style="text-align: center;">دشت ہو</p>	
<p>             کہ ہر سو ہوا فدا کا دور ہے              کہانتک یہ کثرت میں وحدتی ہے              فنا کر دے مجھ کی ذات میں              وہ تار و کی چھان وہ نسیم سحر              سحر کہا کے فارغ ہو کر روزہ دہا           </p>	<p>             کہاں ہے تو ساتی یہ کیا طور ہے              بنا جلد بخود ترے دم کی خیر              وہ مے دے کہ وہ دن جسکو تو تھا              شب غم کی حفت وہ پچھلا پہر              اٹھ جاگو کی ہر طرف ہر پکار           </p>



تجلی رحمت کا سہو ظہور  
 وہ کچھ کچھ چمکنے لگیں کہ پلین  
 پیہر ہونے دل پر لگائی وہ چوٹ  
 تجلی نشان گنبد آسمان  
 ظہور سحر گرم حمد و سپاس  
 کوئی سہ بڑاتا ہوا جوش میں  
 کوئی گشکری دارا ہے کہین  
 خوش آئند ٹوری سریل صدا  
 کوئی زمرہ سنج اس آج سے  
 دکھاتا ہے کوئی رکعب کی بہا  
 لگانا ہے وہیوٹ کوئی اسطرح  
 چڑھی اثری تہم کی چل کہین  
 وہ جھوٹ اور سم کی گہبت پر جہا  
 کوئی گور رہا ہے وہ مشق سند  
 کوئی بول اور گت پہ نغمہ سرا

بیرون اڑنے لگے وہ ظہور  
 کھر دارا نے لگیں کہ پلین  
 کہ معشوق بھی ہو گئے لوٹ پوٹ  
 نمود سحر کا سہانا سامان  
 شانسج مرغان زربین لباب  
 ہر آتش فگن خرمن ہوش میں  
 کوئی مینڈھی درا ہے کہین  
 ہر اک رنگ کے چھپے حباب  
 کہ آڑی نخلتی سے لانا سے  
 کوئی اپنے پنجم کے سر پر شمار  
 کہ ہر اپنے قبضہ میں ہو جس طرح  
 وہ گندار پر زمرہ دل نشین  
 وہ کو تو مکی بادی سر و کھاتا مار  
 دکھاتا ہے دہن کی کوئی شد و  
 کوئی جو بنا اور انتہے پر خدا

وہ ہلتی ہیں پسپل کی جو پتیاں  
 کہیں ٹیپ کی دون کا شور  
 صداؤں سے گونجا ہوا بن تمام  
 سنا جب یہ ذکر خفی جلی  
 ہوا محو کفر سفیرین و مانع  
 کنار سے آئے بڑا بنیظیر  
 ملاک کف دست میدان ربک  
 وہ بالو کے نیلے وہ اجل بھڑ  
 ہوا کے وہ جھونکے خدا کی پناہ  
 قریب الہی دو پھر جب مان  
 شر رنگ کے در سے حوٹنے لگے  
 نگر دیکھتا ہے یہی بنیظیر  
 ہوا وجد میں سکے نغمہ سرا

بجاتی ہیں ہر تال پر تالیان  
 کہیں آرٹے چوتالے کا دور  
 درختوں پر حیرت کا جو بن تمام  
 اٹھا بر سر خواب سے محرم بھی  
 صدا سے جس نگیا شور زار  
 یہی ہر طرف شکل مہر شیر  
 بہ ہر دیکھتے اک بیابان ربک  
 کہیں چاندی ٹیکر و نخی وہ آرٹ  
 کہ جس تصور کی دہندلی گاہ  
 بتش سے ہوئی رنگ آتش فشاں  
 ہوئے کوہ آتش فشاں ٹیکر  
 یہاں ذرہ ذرہ ہر مہر شیر  
 تو پیدا ہوئی ہر طرف یہ صدا

## عزل

جد ہر دیکھوں جلوہ نما ہے وہی

مرے جان و دل میں بنگاہی

وہی راہ رو ہے وہی رہنما  
 وہی بادِ صحر وہی گردِ راہ  
 وہی منزلِ عشق میں میلِ راہ  
 وہی سب سے اول۔ اسی کا ظہور  
 وہی سب کی صورت ہی سب کی جان  
 وہی ساقی می وہی محتسب  
 ہر اک جسم میں ہر وہی بس خموش  
 وہی خود مرض سے وہی خود دوا  
 کہی دیکھتا تھا میں نیزنگ ہر  
 وہی ذاتِ مطلق وہی منیظیر  
 یہ پڑتا ہوا جا رہا ہے وہ شاہ  
 نظر لوح پر کی جو زیرِ سپہر  
 اسی شکل سے وہ شہر کا روان  
 رہوں کہ نکاسِ حال میں میں  
 وہ تھیوہولی کہ لے کا روان

وہی مقتدی مقتدا ہے وہی  
 وہی ریگ موجِ صبا ہے وہی  
 نشانِ روم دعا ہے وہی  
 وہی سب کا بانی بلب ہے وہی  
 وہی سب کے اصل جدِ اہی وہی  
 وہی رند ہے پارِ ساہی وہی  
 ہر آواز میں بوتا ہے وہی  
 ہر آواز کی خود شفا ہے وہی  
 لگا ہوں میں اب پہر رہا ہی  
 وہی شکلِ انسان خدا ہے وہی  
 گیا بیٹھا اک جاگر بھر کے آہ  
 تو دیکھی پھر اُسین ہی شکلِ مہر  
 یہ کہنے لگا کیا کروں اب یہاں  
 جسے دیکھتا ہوں وہ مہرِ منیر  
 شاد ہے تو اب فیہ صورتِ یہاں

فقط اپنے ہی دل سے کچھ مدعا  
 ہر اک حرفِ ہر فعل کو اسے جری  
 ترے دلیں جو اسے گریہ ٹک  
 ملے آگ بھی تو نہ رُکنا کہیں  
 جو ہو بے کلفت تو ہر بات میں  
 سوے قدسِ حق ہو گا گزر  
 کہ میں کون ہوں اور آیا کھانا  
 یہاں تو نسا دے تیو و صفا  
 گئی ہے جو وہ اک رہِ مستقیم  
 وہاں سوے راست استغنی  
 سرِ راہ ہے ایک تختِ روان  
 یہ گوسب نظر آئیگی شکلِ مہر  
 مگر پوچھا دل سے اتنا زبخت  
 سوار اُسے ہونا تو باکر و نہر  
 رہیگا نہ معشوق و عاشق میں ضل

کسی نہ سے تو مدد رکھ واسطہ  
 سمجھ لے محکم ہے اسکا و ہیا  
 کہ بانی رہے کیا تم یہ جھپک  
 نہ آوازے قدرت کا حقِ یقین  
 ملے جائے محبوب کی ذات میں  
 تجھے خود نہ ہوگی کچھ اسکی خبر  
 نہ منسیر ہوگی کسی کی وہاں  
 وہاں خود نہ رہا یگی قید و آ  
 چلا جا اُسی سمت بے خوف و بیم  
 وہ نکلا ہے اک کوچہ بخودی  
 کہ گردش میں ہے صورتِ آسان  
 بحرِ نوح دکھلائیگی شکلِ مہر  
 و کھدیگا یہ راہ ہے یہ تخت  
 نہ تا قدس پہر ہوگی تجھ کو خبر  
 وہاں ایک ہو جائیگی نقل و میل

وہاں جاکے وہیں کا حسبِ سحرین تو کہہ رہی زمین اور سب پہنچیں

## بھرا

پلاسا قیامت ہے لارِ سام  
ساتھی زاک گل کی دوری مجھ  
سے نو دور تین سے بہارِ کم  
انظر آتی ہے قدرتِ ذوالجلال  
مجھ میں رہے قند کا سرِ باغ  
وہ جو کہلستان کی سڑک پر اوپر  
راک سے تھک چکا تھا ناسان  
ابھی تک نہیں آتی آوازِ کوس  
وہی شعلیں بدلتی ہیں آہن  
آہن اور گھٹتے ہیں تجھ کو گدار  
گے شہر سے بہاگ کو دور چور  
تجلی کا ہے ہر طرف گویا جھوم  
پر ہی جنو ستارہ غنی بندھ گھر

کھالی رہیں میری آنکھیں بدم  
چہکا دے سے سے تاحصوئی  
بنادے مجھے غیرتِ جامِ جم  
مگر پیشِ نظر سے زمانے کا حال  
المطاب حسبِ رخِ نار و شام  
اشعارِ نوح چپ کا اسے رات بھر  
فرجِ بخش ہی مہرِ سی باز دینی اچھا  
جیدین نکلا سے جبینِ ہروس  
وہی پھول چھوہیں نالابین  
ترے ہیں کہیں ست شمعِ شہر  
ہیں اب کہیں سے والو کا شور  
مگر ماند نہونے لگے میں نجوم  
ابھی سہنس رہا ہے چراغِ قمر

غلی بن دؤبی چاندنی  
 قریب آتی جانی ہے ابھی کل  
 شفق آسمان پر ہوئی خیمہ زن  
 شواہد لگا ہوا جو آنے لگا  
 بد سے لگا رنگ پیر فکک  
 دم سے سج و افگر پڑے لگا  
 نظر اتنا سب آدمی دور کا  
 کیا سیر کو غیب میں ہاں تاب  
 پڑا ہتھ پانی میں عکس شفق  
 اڑا ہر طرف وہ ابلہ و گھال  
 چاٹنے لگا شور یہ ہر گھبر  
 ہوئی اوج رنگین او اخذہ زن  
 چلے جانب بیکہ بید خان  
 بڑے جام و دولت رندان  
 شماعہ لگی بڑھنے لگی اب بہا

بنی آمد منہ سے نہ نہ  
 یہ نقل عیا ہوگی مہر شاہ  
 گنای زنگا چرخ سے ہر  
 چراغ تر جلا ہوا لگا  
 دکھنے لگی ضد شفق کی آگ  
 آجلا بھی رو رہ کے بڑھنے لگا  
 پٹی پودہ ٹکا کا انور کا  
 نظرائی وہ شرق میں آج  
 بنی سطح دریا گلابی ورف  
 ہوا دامن میں تک مال لال  
 جگانے لگی باتک منہ خو  
 چکنے لگی جگ گاہی کرن  
 نازی اوٹے سننے شور و زور  
 درمیکہ یہ آتے ہیں مہر شاہ  
 بنالار زار فکک سے نہا

سُنہرا ہوا عارضِ سپنج پیر  
 وہ چھایا گلستان پر نگِ شفق  
 وہ لبیل وہ طوطی شکر شکن  
 جو انانِ گلشن لبِ جو بہار  
 غدا دل کا ہر سمت جوش و خروش  
 کہیں بیلِ زار کے چہچہے  
 بہار آئی رنگ کے ہمالِ حمن  
 وہ بوٹوں میں رکھے لگے پھونٹے  
 درختوں نے پہنا وہ دہانی لباس  
 تہی پتیاں وہ چکنے لیکن  
 ریاحین سرسبز تازہ بہار  
 وہ شاخہ نمین کوئل بچھنے لگی  
 بنفشہ کہیں کسبلیں نہ کہیں  
 گلستان میں بر سرِ شمیم بہار  
 سینہ نازک ادا مالہ زو

کھنکھنے پہ ہے آفتابِ سپر  
 مظلما موت سارِ گل کے دور  
 چمکتے ہیں کیا کیا طیورِ حمن  
 اٹھے ہر تعظیمِ فصلِ بہار  
 نسیمِ حمن ست و زہتِ فروز  
 کہیں شاہدِ گل کے وہ تہفے  
 بدلے لگے غلِ رخت کہیں  
 غدا دل کے چمکے لگے مہوٹے  
 لب نہرِ سبزہ زمردِ اساس  
 وہ کھل کھلے کلیان بھلنے لگیں  
 وہ بھولی حنا ہر طرف عطرِ بار  
 درختوں کی صورت بدلنے لگی  
 کہیں سوہن و گلِ بزارِ فرین  
 آہی دوشِ با سحرِ پر سوار  
 روش پر پھٹنے مین ہر نگاہ

وہ پھول ہزاروں طرح کے گلاب  
 کھلی چاندنی باغین جا کجا  
 وہ زنگس کھلی اور شب کو کھلا  
 وہ لالہ کھلا وہ کھلی کا منی  
 وہ نوفاستہ نو عروس بہار  
 دکنے لگا آتش گل سے باغ  
 کھلے پھول لاکھوں طرح کے نام  
 دکھاتی ہیں قدرت کی صنایع  
 جگاتی ہے انکو نسیمِ سر  
 ٹھلتی ہے جوشِ مہرِ سوار  
 وہ چھتوں سے جھکنے لگیں ہینا  
 ٹپکنے لگا شہدِ اشجہا سے  
 انار اپنے جوبن دکھانی لگے  
 لٹکتی ہیں آموغین وہ کیریاں  
 لدے ہیں درختوں میں فصلی شہر

کھلے پھول ہیلے کے وہ لاجوا  
 وہ پھول پھلنے لگی کھلا سو نگرا  
 وہ گڑبہل کھلا اور حسیرو کھلا  
 وہ پھول نواری کھلے کا سنی  
 چمن زیور گل سے زیبا نگار  
 بھراے سے لالہ کارنگین باغ  
 یہ فیست کا ہر قدرتی انتظام  
 وہ پھولوں پر بڑتی جوین تلیان  
 پڑے ہیں جو اس لطف سے خیر  
 یہ لعلِ مہرِ سوج بادِ عمار  
 گرین پھولوں پر شہد کی کہنا  
 بھرتی گود شاخوں کی اٹار سے  
 وہ گدے پھل رنگ لنگ لگے  
 وہ انگور وہ رس جہری لیچان  
 تر و تازہ سرسبز ہے بہر شجر



وہ مار گلیوں اور لیموں کے پھول  
 وہ فصل بھی کے خرمن کے ڈھیر  
 وہ سر کی دیکھ کوئی اب بہا  
 وہ بھولا ہوا ٹھاک بھی ہر طرف  
 رو سنی میرے منہ کی گل سیل  
 دوست کے بدلے کی ہونے دیند  
 رکھ کر میں سوخت کیا کیا پھین  
 کہ بے خبر آئی ہو یا منسوب  
 عجب سست خوش ہو چھوٹوں کی  
 بہت دور وہ جہاں بان میں مگر  
 کہ میں نیم کے پھول عطر آفرین  
 کرن پھول اکو ہر لئے بے شمار  
 وہ سہج کے دو سنج گھنٹی کے پھول  
 وہ صحر کا ہر نسل بھولا ہوا  
 ہوا میں ہے نشو و نما کا اثر

کہ بے سوکھے ہوں سست اہل عقول  
 جنہیں بھوکا تو یہ سال ہو سہ  
 کہ چھوٹوں ہر شاخ ہر شعلہ زار  
 لگاے ہے اک اک سی ہر طرف  
 دکھاتی ہیں لطیف ریاض خلیل  
 جسے سو گھنٹے ہی کھلے ذہن کٹھ  
 چمکتی ہو چاندی کی جیسے کرن  
 مگر ہے نر و ندرے کا جھل تیر  
 ہوئی باقی ہے دل کی حاشیاء  
 ہوا میں لپٹ آ رہی سہتہ ارد ہر  
 کہیں پہنچے گچٹار کے نازنین  
 دکھتا ہے چاندی گھنٹہ و مدار  
 انداس اور مال گھنٹی کے پھول  
 انجم باد صحر کو بھولا ہوا  
 میں سستی پر وحش و بطور بشر

دکھاتا ہے پھولوں کا جو بن اُبھار	انگوٹوں پہ ہر خوش رنگ بہار
بنہیں ہوتا یہ زورِ رستی کبھی	کہ ہر شے پہ بھائی ہر اک بخود ہی
مین اُس شانِ قدرت پہ ہم نشا	دکھائی ہیں جس نے کیا کیا بھار
کے خلقِ لاکھوں طرح کے بشر	بنہیں مٹیں پر سکھیں با یکدگر
نظر آتی ہیں جتنی یہ صورتیں	ہجومِ خیالات کی صورتیں
بنہیں قیدِ صورتِ نقطبات	یہ کچھ ہی بنہیں ذات ہی ذات
اُسی کے کرشمے ہیں یہ روز و شب	کہ اک چیز ہے دوسری کا سبب
فلک پر دھچکل بل دکھاتی ہوئیں	شعاعیں بڑھیں جگمگاتی ہوئیں
ہوئی دھڑپ تیلوں پہ جلوہ فگن	درختوں کی چوٹی پہ چمکی کرن
تعلی سے عالم ہوا فیضیاب	وہ نکلا چمکتا ہوا آفتاب
وہ تختِ روہن پر کوئی ذی ہم	اڑا جاتا ہے شکلِ ابرِ کرم
مگر اُس کو اسکی بنہیں کچھ خبر	کہ مین کون ہوں اور آیا کدھر
یکایک ملا یک بابِ ملبس	ہوا اوسمیں داخل ہو وہ فیروز منہ

### روستہ القدس

لغیہ الفاراح نورِ تمہیں

پلا سا قیام حقِ ابدین

دے جاتے وصل بان ای کریم  
 اب تک یہ نہیں رکھ مجھ کا میاں  
 توفیق در قوتی ودلی کردگار  
 یہ قدرت ہے تجھ صانع پاک کو  
 ترے لطف سے ہر پہ سب ہی نگار  
 یہ تیری عنایت جوانی مری  
 بنایا بہن عاشقی کے لیے  
 ادا شکر جن کا نہ ہوتا ابد  
 جسے جعفر چاہے دے خلیا  
 تری حکم میں بہن زمین و زمان  
 میں بندہ ہوں تیرا تو معبود ہے  
 جو پر وہ اتحادے تو اسی ذوالمنن  
 تو اگھوں میں یار تھے ہی جی میں  
 عنایت کی جس پر کرے تو نظر  
 غرض نیک و بد نہیں زمیندار

فطوبیٰ لہ فاز فوز العظیم  
 ہو اقد عیسیٰ بغیر الحساب  
 میں بندہ ترا پر گنہہ شرمسار  
 محمد سے روشن کیا خاک کو  
 بہارِ شباب و شباب بہار  
 ہے کس شان کی زندگانی مری  
 پھر اس پر کمالات اتی دے  
 اک الحمد یا ذوالجلال القہد  
 تو قادر ہے اسی میرے کردگار  
 کوئی جای پھر تجھ سے کج کر کہاں  
 یہ سب کچھ نہیں تو ہی موجود ہے  
 تو گم ہونگا ہوں یہ ماد من  
 مگر لطف کچھ بندگی ہی میں ہے  
 معائب کو و اللہ کردی ہر شے  
 کہ تو ذوالمنن ہے خداوندگار

یہ سب تیری قدرتِ ایزدِ الجلال  
 پڑایا سبق ہم کو اخلاص کا  
 دیا پھر پیہر ہی وہ اغفور  
 وہ احمد وہ محبوبِ جلیل  
 وہی حسنِ گلِ عشقِ لبّیل وہی  
 دیا پھر وہ مرشد بھی ایزدِ الجلال  
 وہ محبوبِ فرزندِ شیرِ حشا  
 وہ جلوہ نامے کمالِ وصال  
 وہ توحیدِ خود کے پتے پنا  
 وہ مرشدِ مرامی پدر  
 شہنشاہِ دین شاہِ احسانِ علی  
 خلافت کے رو سے کج تمیز  
 اب اس سے زیادہ ہو گیا مرتب  
 انہیں کا ہے یہ فیضِ ایزدِ المنن  
 لقب جس نحرِ حمت پایا وحید

کہ ہر رنگ میں ہوں عیدِ امثال  
 کیا مور و اسیرِ حمتِ خاص  
 کہ جس کے لئے ہے یہ سارا ظہور  
 نویدِ مسیحی ادعاے خلیل  
 غرض سب یہ افرادِ مینِ گل وہی  
 خواہ وقت کو مینِ مین بے مثال  
 یہ اویا وارثِ الانبیا  
 وہ آئینہ قدرتِ ذوالجلال  
 شریعتِ طریقت کے وہ تکیہ گاہ  
 جو ہر رازِ عشق کے باخبر  
 درہِ قطب مدارِ وفقیہ و دلی  
 تھے وہ نائبِ شاہِ عبد الغفر  
 کہ مینِ عاشقِ سنتِ مصطفیٰ  
 دبا تو نے ایسا جو استادِ فن  
 نہ پھر کیوں ہو عالمِ مینِ یکتا وحید

نثارِ محمدؐ وہ قطبِ زمیں  
 الہی وہ محبائے ناز و نیاز  
 وہ عالی نسب سیدِ پاکِ زاد  
 اُسی کی بدولت میں پہنچا میں  
 وہ اک شہرِ روضۃ القدس نام  
 سکاناتِ اہلِ صفا کی صنیع  
 عماراتِ حیرتِ فزاں ملوک  
 سکانون میں نقشِ ازل کی شمع  
 وہ دیواریں عینۂ آب و تاب  
 نہ پھر کہوں ہوں وہ راستِ یجاد میں  
 ملی آبِ رحمتِ عالم کی جان  
 گھاؤں عارفانِ جاہلِ حشر  
 پڑا سرنی میں رنگِ مہرِ حال  
 بلندی کو لازم تھی پستیِ جہان  
 جہان تھی مناسب نمودِ فرار

وحید و یگانہ خدا کے سخن  
 مرا مرشدِ پاک و دانکار از  
 ابد تک سلامت ہے با مراد  
 کردن جیسے قربانِ مکانِ لامکان  
 سرِ صفا جانِ خوبیِ تمام  
 نکالی ہوئی خشتِ ماہِ سنیر  
 مقاماتِ اسرارِ اہلِ سلوک  
 وہ رفعت کہ ہوا بوجِ اندیشہ پست  
 جو دل سے اوٹھا دینِ نطق کا مجاہد  
 کہ ہو اصلِ حق بن کی بنیاد میں  
 گلابِ لب اس کا جب بیگمان  
 ہوئی صرفِ تخریر میں سرِ دشت  
 سفیدی میں کافورِ صبحِ جلال  
 توی عشق کی خاکساریِ دہان  
 دہانِ صرغ کی رفعتِ کبر و ناز

دیا عسر و غم اگر کبیرا تید کا  
 نہ کس طرح مضبوط ہوں پھر مجھ کا  
 ہر اک نگہ مہرِ اوج کمال  
 پناہِ عنبر بیان درِ مہربان  
 محافظ ہر اک در کا پیک حیات  
 ہر اک گوشہ میں راز کا بندوبست  
 قضا و قدر نامِ مساک  
 بھڑکوت کر ہر طرف رنگِ عشق  
 جن خالی رہی جاے اہل نیاز  
 مکانوں میں ہر سو وہ نور امید  
 چراغِ رضا سے جو روشن ہیں گھر  
 ہر اک در کی محراب میں ہر دم  
 مکانوں میں مٹی نہی ہر تمام  
 ہر اک طاق ہر دل کو یوں ملتا  
 وہاں چوب کی جا میں تارِ نگاہ

تو ہے طہ ل بھی سرستہ بیک  
 جو کر سی سکا ناز کی پاسے تیا  
 ہر اک آستانِ عرشِ جاہ و جلالت  
 عاصیٰ مضطربانِ ستونِ لیا  
 وہ ہر ایک دروازہ پاسبانِ کمال  
 ہر اک کمرِ خاکی سے سرِ است  
 توکلِ دامنِ پشتہ دیدار کا  
 وہ شفاف دیوار میں رنگِ عشق  
 بجز افس میں خونِ شہیدانِ ناز  
 کہ بختِ سید بھی دامنِ ہوسید  
 ہے تسلیم سے حسنِ محراب در  
 کہ قوسین کہا میں ایسی کیست  
 کہ اس کا عسرِ محبت ہر نام  
 نہیں دوسرا ایسا بالائے اتفاق  
 ہے سفیفِ مکانِ ظلِ لطفِ آہ

دہین بام کو کہتے ہیں اوجِ عشق  
 نہ کیوں وہ محل ہو حقیقت طراز  
 ہو اُس گھیر میں کیا حالِ عشاق کا  
 وہاں رکھتا ہے ہر مکانِ بے نفع  
 ہر ایوان کی واہ کیا شان ہے  
 ہو اُس رہ میں پھر کیا نشیب و فراز  
 کرے کیوں نہ شکسٹ گلی کا فلک  
 لکھوں کیا میں اُس شہر کی آب و تاب  
 ہے خالی شکایات و آفات سے  
 وہاں پھرنے والوں کو یہ عید ہے  
 یہ کلیون میں سچ روشنی کا وفور  
 مکانوں کو آگے وہ خوش وضع باغ  
 نسیمِ حیات اُس جگہ کی ہوا  
 معطر یہ گلیاں وہاں کی تمام  
 جلال و جمال اُسکے شمس و قمر

ہے زمینہ اُسی بام کا مہرِ عشق  
 کہ ہو زرد بان جس کا عشق مجاز  
 جہاں فرش ہو چشمِ عشاق کا  
 فضا سے تقرب کا صحنِ وسیع  
 سعادت ہر اک در کی در بان ہے  
 جہاں فرش رہ ہو حسینِ نیا  
 بچائیں جہاں اپنی آنکھیں ملک  
 کہ ہو ذرہ ذرہ جہاں آفتاب  
 بھرا ہے وہ فخر و مباہات سے  
 کہ ہر نقشِ پا چشمِ اسید ہے  
 کہ ہر سمت جاری ہر اک بحرِ نور  
 کہ عاشق کو سینے پہ جسطرح داغ  
 جو مُردے کو زندہ کرے بر ملا  
 کہ تازہ کرین قدسِ یون کا مشام  
 ازل و ابد اُسکی شام و صبح

دمان موسمون کا زالا ہی ڈھنگ  
 جو گرمی ہر تو عشق بیدار کی  
 اسی جاند اخل وہین اعتدال  
 دور وہ مکانات با آب و تاب  
 عجب شہر حیرت کا گنجینہ ہے  
 اگر کوئی جائے دمان بہر سیر  
 نظر اسکی جس چیز حبا سکی  
 جو کچھ چاہے تو کہہ لے کوئی یہین  
 عجب شہر ہے حاصل دو جہان  
 نہ دنیا سے مطلب نہ دین سے عرض  
 عجب شہر آبا پھمور ہے۔  
 دمان کچھ غم خیز و شہر ہی نہیں  
 نزون عیش و دید بے جد و کہ  
 بری نفس ہے دمان ہر شہر  
 دمان نقد راج دور و دو سلام

بدلتے نہیں پر بدلتی ہیں رنگ  
 جو سردی ہے تو اک دم ہمدی  
 دمان فصل کی کچھ زالی ہی چال  
 ادھر کا ادھر ہے برابر جواب  
 کہ جوشے دمان ہر دیا کی سی ہے  
 تو ہرگز نہ دیکھے وہ تصویر سیر  
 تو اپنی ہی صورت نظر آئے گی  
 ہوا فدا نا افسانہ دمان کچھ نہیں  
 کہ رہتے ہیں ارباب مدت و ما  
 اگر ہے تو اپنے یقین سے عرض  
 جو کوئین میں فرد مشہور ہے  
 حد و ث و قدم کا گزر ہی نہیں  
 دمان سب کچھ حاصل حیات ابد  
 ہر وہ مسکن قدسیان سر  
 خدا کی تسبیح رب نام



خدا کے کرم سے دیان کیا نہیں  
 عجب پاک بستی عجب پاک شہر  
 اسی شہر کا حکم ذوالجلال  
 وہ خلاق و پروردگارِ جہان  
 رحیم کریم قوی متدیر  
 تجلی وہ روئے ہستی حلیل  
 بصارت دو چشم حق یقین  
 مسرت وہ نشہ جوشِ مل  
 ستور کن عارضِ ماہِ مہر  
 تمنا وہ قلب و رستِ جواد  
 صفا بخش صبحِ ریاضِ نعیم  
 نیارِ آنسینِ دلِ عاشقان  
 وہ 'و ساف من ذات بین بظہر  
 اُسے سب سے دیکھا تو بے غلیا  
 وہ اُنک کر کے سب سے ملنے لگا

مہین تو فقط ایک تمنا نہیں  
 کہ ہے سرسبزِ جانِ اور اک شہر  
 وحید و احد و آرش و تمنا  
 وہ عاشق کی روح اور علم کی جان  
 لطیف خیرِ سمیعِ بصیر  
 بہارِ رخِ آنرِ نبشِ جمیل  
 حجتہ نگارِ ادا آنسین  
 طراوتِ نرے لبِ برگِ گل  
 مثبت کن شرفِ بامِ سپہر  
 مرادِ دلِ عاشقِ بے مراد  
 بہارِ گلستانِ حسنِ مدیم  
 رہ و رسم سازِ نہانِ فیضان  
 وہ شہورِ آفاقِ مہرِ منیر  
 اُنکے جب حکمِ شہِ بادِ تار  
 طبیعت کے مانند کھلنے لگا

<p>             ہے اس درجہ گنجو دی کا اثر              مگر وقت خسرو منظمیہ              وہ شاہنشہ کشور لا مکان              یہ کہنے لگا اے مرے منظمیہ              بیان توجہ پوچھا ہے اے باصفا              کہا اُس نے اے میرے تاب نوا              وہی نذر لایا ہے تیل فقیر              یہ سنکر وہ سلطان حمت پنا              ہے اک باغ دولت سرگزین              کہا مہر نے راجستہ صفت              اسی عالم گنجو دی میں وہ مرد              اُسے ہوش تھا کب کسی بات کا              جو فہم کل ہو گیا دل نشین           </p>	<p>             کہا اس کی بھی اُسکو نہیں کچھ خبر              کیا سجدی میں پیش مہر منیر              امین و مبین ملک دو جہان              تو اب تک رہا کس بلا میں اسیر              مے واسطے لیکے آیا ہے کیا              بجز عجز کے اور کیا تھا یہ دن              پر اب جو ہو تیری رضا اے قدیر              اُسے لے گیا ساتھ باغ و جاہ              گئے مل کے اُس میں وہ دو تون              مفضل بیان کر تو سب ار و است              بیان کر گیا سب کا سب حال درد              خدا جانے کس کی زبان سے کہا              یہ قطعہ پڑا پیش ارباب دین           </p>
--	--

قطعہ

کہا ایک دن حمتِ پاک فر  
 کہ جس کا دو عالم میں ہوتا تین

ریا کار میں جتنے احباب ہیں  
 مناسب اب تجربہ کر کے دیکھ  
 شک رہو تو مومل و حبسِ عشق  
 محبتِ عجب رازِ رب سے ہے  
 قضا و قدر نے ہی اگر کہا  
 کہیں نہ بھی کر سنو نہ عشق  
 جسے چاہے وہ منسوبِ عشقِ حق  
 غرض دل دیا اک دل آرام کو  
 ملامتِ جنائین اٹھائیں تمام  
 نہ سستی تہیں جو کچھ وہ باتیں ہیں  
 دیا تھا مجھے بھی یہ حق۔ نے جال  
 وہ کیا لاسے گا تابِ برقِ نفیر  
 ہوا جل کے وہ رنگِ روغنِ سیا  
 مراقبہ ہوا سوکھ کر جیسا خار  
 تھی جس باغِ مرغِ مینِ خانگی بہار

زمانے میں اک دستِ سچا نہیں  
 کہ خرقِ کوی پھر تھنستا نہیں  
 کہ اسے گراں کوئی سودا نہیں  
 ہر اک سے کہلے وہ مٹتا نہیں  
 کہ تقدیر سے کوئی چار نہیں  
 کہ یہ عام لوگوں کا رستا نہیں  
 کچھ اس میں کسی کا اجار نہیں  
 کہ بے اسکے چین اب بھی اصلا نہیں  
 مگر ان کی کا بھی شکوہ نہیں  
 مگر پی گیا کچھ میں کہتا نہیں  
 کہ اب تک کسی رہ چین کا نہیں  
 جسے دیدِ جانان کا لپکا نہیں  
 وہ کندن سا چہرہ دکھتا نہیں  
 کوئی نخلِ یونِ خشک ہوتا نہیں  
 و مان نام اب تازگی کا نہیں

ہوا جیسا برباد میرا جمال  
 مٹایا محبت بنے اس گل کی یون  
 شکستہ دلی غم سے ایسی ہوئی  
 نہم آسمان ہو کہ ہو لا مکان  
 مرے دل سے چھو کوئی عشق  
 ہر اک خراج کی قابلیت بھی تھی  
 بہر نفع بر علم کا راز ران  
 یہ سب بس ہر جست پاک کا  
 ہوا شوق نوبے خودی آگئی  
 شب و روز تہین جھپتیں چل  
 وہ راہی ہو جو کہ تھے علم و دست  
 وہی اب یہ کہتے ہیں اشد کی شان  
 عمل کے پہی طالب بہت کچھ ہوئے  
 محبت کا کوچہ بہت پاک ہے  
 جو ہوتی ہر تیغ و دھیرا نہیں

گلون کا بھی یون رنگ رہتا نہیں  
 کہ وہو کا بھی اب مجھ پہ نہیں  
 کہ بار بقتور بھی اٹھتا نہیں  
 کہاں شور نہ ریا پہونچا نہیں  
 کہ حاسد بھی اس طرح جلتا نہیں  
 اسی سے مقلد کسی کا نہیں  
 مقابل مرے کوئی دانا نہیں  
 کہ جہل مجھ کو خسر گیا کیا نہیں  
 خیال تجھ کو کچھ رسلا نہیں  
 مگر یہ تو گردون کو محب ناما نہیں  
 رہے جو انہیں شوق کا نہیں  
 یہہ پھر کیا ہے جو اسکو سو نہیں  
 مگر یہ تو دوست تو اپنا نہیں  
 وہاں وہاں سلطان ہوا کا نہیں  
 تو جو کسی طرح ہوتا نہیں

مگر فیضِ رحمت سے اللہ کا شکر  
 بتائے بھی اور ادو دو چار کو  
 غرض جب مقاصد ہی حاصل ہوئے  
 پڑا اُس صنم پر ہی اکثر نے سحر  
 کیا فیضِ رحمت سے اُن سب کو دور  
 کسی کا نہ محتاج تھا میں مگر  
 میں آخر سا کر وہ سامانِ عیش  
 کیا پیشِ احباب ہر شہر میں  
 یہ وہ ہیں جو سختے رات دن جان بٹا  
 کہان کی صفائی کہان کا خلوص  
 بنے وقت کے ہیں پہ سا رینق  
 اٹھایا غرض دل سے سب کا خیال  
 یہ سو چار مہون ایک کا ہو کر اب  
 ہے جب تک کہ دل میں تنہا وغیرہ  
 اگر عشق مہوں ہو تو قدرت کے ساتھ

دو عا میں سے پاس کیا کیا نہیں  
 کہ ان میں کسی طرح دیکھ نہیں  
 تو پھر کیا ہے کچھ میری بدنامی  
 میں پھر حرفِ باطل سے دور تھا نہیں  
 وہاں تک گزرا اب کسی کا نہیں  
 مجسراستان کچھ تنہا نہیں  
 کہ جس کا کوئی دم بھر و سنا نہیں  
 کسی نے ہی الفت سے پوچھا نہیں  
 نسلی ہی کوئی اتنا نہیں  
 کسی کا کوئی دوست حاشا نہیں  
 جو گڑا کوئی ساتھ دیتا نہیں  
 کہ جز حق کسی کی تمنا نہیں  
 غرض کیا وہ اپنا ہوا اب یا نہیں  
 کبھی وصل و لدا رہتا نہیں  
 کہان کا فطرت میں جلو نہیں

منظر ہری پیار کی پیاری رہیں  
 یہ نیرنگیاں بوزنہ عیان  
 یہ کن دست قدرت کے ہیں یاد گار  
 کر دوسکے وہ ذات جس بات سے  
 مزارین اور امر کی پابندیاں  
 بہر سبھا تو چو چا میں محبت کے پال  
 نہ دنیا کی خواہش دین کی ہیں  
 شہ و نہاد مجھ کو ملا  
 وہ میرے معاشی وہ میرے عیب  
 جو دیکھتے تو حیرت کی پہر نظر  
 محاسن میں ہر طرح کامل کیا  
 کیا خاں محبت پہر منظر  
 مجھے جو زیادہ دیا ہے ریا  
 کہا مجھ سے کیوں بہتر ہے کر یا  
 ذرا غور سے دیکھ حال جہاں

کہ ہر شے میں کب نور اسکا نہیں  
 ان آثار قدرت میں کیا کیا نہیں  
 نہ چاہیں نہیں ہم یہ ریا نہیں  
 خلاف اوسکے ہو کچھ یہ اچھا نہیں  
 تو اس سے کوئی بڑھ کے ریتا نہیں  
 ملا نصیحت اس کو کیا کیا نہیں  
 جو دیکھا تو جز حق کچھ سلا نہیں  
 ہر حال اب کچھ ہی شکوہ نہیں  
 کہ یوں حال ابتر کسی کا نہیں  
 اب اون کا گمان تک ہی سلا نہیں  
 بے فحہ کون سائن نجات نہیں  
 کوئی دوست ایسا کیسا نہیں  
 غرض ان کی کچھ اس میں حقائق نہیں  
 کہ کوئی محبت کا پورا نہیں  
 کہ یہ جا سیر و مت اشنا نہیں

<p>یہ سب نشت بین بن گاہنہن  کسی کا یہ خبر نہ کر حصہ نہین  کوئی پاؤں اس دھن میں نہین  ترے حال پر لطف کیا کیا نہین  تو شک اس کو کچھ اس جا نہین</p>	<p>میں جتنے کہ آثار سہتی عیان  تجہت اگر ہے تو ہو بے ریا  بہت سخت ہر اُلفت نے ریا  سماں کو تیرے میں سمجھا نہین  جسے میرے اقوال پر ہے یقین</p>
<p>کہ تو عشق بازی میں بیخیز  کوئی مثل اس فن میں نہین</p>	
<p>کہ ان کو خدا پر بھروسہ نہین  غرض اور کچھ ان کو ما شا نہین  یہ ظاہر ہے کچھ اس میں نہین</p>	<p>نہ بچش دام اہل ہوس میں کبھی  میرہ اپنے ہی مطلق کے سب یار نہین  تجھے خود ہوا تجھ سے اس کا اب</p>
<p>ہن راحت کے سب سے بیخیز  مصیبت میں کوئی کیسا نہین</p>	
<p>کہ مجھ پر عیان تھا یہ راز نہین  کہ یہ بید ہو سب پاب آشکار  تو لکھ مارے قصے کو با آب زر</p>	<p>کیا مہر نے سن کو سب استنا  مگر صلیحت ہے یہی اے نگار  نہ تالو گہ جھکین اوہر اور اوہر</p>

یہ قصہ سنیں اپنی ہی دید ہے	سپریاں رہے شیش ماویا
طلب کر کے فوراً ودا ت و قلم	کیا قست عشق رہے نہ قلم
ہوا پڑیہ کے خوش مہر عالی قاور	گلے سے لگا یا
ملا اس یون بات کی بات میں	کہ دونوں پہونے
تسین کا پروہا حاجب و مان	تو کوئی نہ حاجب رہا در میان
تیز و تعدد کے پہو صفات	یہاں تک نہ باقی ہی قید ذات
جو آئے در اکین دولت تمام	پڑا مھنے نے خمستہ کلام
با سار کہنے لگا پھر وہ شاہ	کہ اردوین ہے یہ کلام الہ
پڑیہ بیکر سے ایک بار	تو ہونہ ولی صاحب اختیار
کہا سب نے صدقت یا شاہ	جسے شک ہو زندیق ہو باغین
کاراں کی تاریخ بھی ہو	کہ تا یہ رہے یادگار حضور
ہوا یون گہر ریز شاہ امین	کوئی قطعہ لکھ دے تو اے حسین

### قطرہ

جَنِّ مُحَمَّدٌ دَدِیْمِ کَرِیْمِ	بمَشَدِّ هُوَ هَادِی الضَّالِّینِ
جَعَلَنِی الْحَیْ عَدِیْمِ السَّطِیْرِ	وَلِی دَائِمًا فِی مَرَادِیْ مُعِیْنِ



وَلَا مَرِيَّةَ أَيُّهَا الْعَاشِقُونَ  
أَمَرْتُ بِأَرْبُؤَسَانِ مَتِينِ  
كُتِبَتْ كِتَابًا وَارِثًا بَقَعُوا  
دَلِيلًا إِلَى الْخَيْرِ فِي كُلِّ حِينِ

بِمَقْدُونِ  
فَإِنْ يَسْأَلُونِي أَقُولُ سَنَهُ  
هُوَ اللَّهُ هَذَا كِتَابُ مَتِينِ  
نَبِيٍّ

سَلَامٌ عَلَى عَجْرِي قَدْسِي

## اشتہار

چونکہ اس کتاب کی ہر دو گورنمنٹ انجشید اور گورنمنٹ نظامین باضابطہ تحریری  
ہو چکی ہے اور سارے حقوق محفوظ ہیں لہذا کوئی صاحب باضابطہ تحریری  
اجازت مصنف عالیجناب قصد طبع نہ فرمائیں اور جس کتاب پر معرودہ دستخط  
شریف مصنف عالیجناب تلمذ اللہ الوداع کے نہ ہوں وہ مالِ مسروقہ محض

المشتہر

محمود خان مالک مطبع

لکھنؤ





عالم سیه افسانه ما دارو ما یح  
 الحما  
 دسخت و مهر

